www.urdufans.com
صرف ایک گولی
اشتیاق احمد

نام ناول ——— صرف ایک گولی
طابع ——— اشتیاق احمد
طبع اول ——— مئی ۱۹۹۴ء
کتابت ——— سعید نامدار
سرورق ——— طاہر ایس ملک
قانونی مشیر ——— اعجاز احمد ایڈووکیٹ
مطبع ——— علیم علیم پرنٹرز
قیمت ——— دس روپے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تر کھجور کو سوکھی کھجور کے ساتھ کھاؤ، پرانی کو نئی کے ساتھ کھاؤ، کیونکہ شیطان غصے ہوتا ہے اور کہتا ہے، آدم کا بیٹا زندہ رکھا، یہاں تک کہ اس نے پرانا میوہ نئے میوے کے ساتھ کھایا۔

سُنن ابنِ ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۹۰، حدیث نمبر ۲۱۵

(یہ شیطان آدمی کا دشمن ہے، وہ آدمی کی راحت اور لمبی عمر سے ناخوش ہوتا ہے، جب لمبی عمر عبادت اور تقویٰ کے ساتھ ہو)

السلام علیکم !

اخبارات کی چند خبروں کے حوالے سے ہم ایک نتیجہ نکالنے کی کوشش کیوں نہ کریں۔

ایک خبر: امریکہ کے صدر نے سلمان رشدی سے ملاقات کی۔ اسے اعزاز دیا۔

(نوٹ: یہ وہی ملعون سلمان رشدی ہے، جس نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کے صحابۂ کرام پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک کوشش کی ہے اور پوری دنیا میں جس کے خلاف غم و غصہ پایا جاتا ہے)

دوسری خبر: محترمہ بے نظیر بھٹو ایران کے دورے پر گئیں تو انھوں نے آیت اللہ خمینی کے مزار پر حاضری دی اور چادر چڑھائی۔

ایک پرانی خبر: آیت اللہ خمینی نے رشدی کو قتل کرنے

والے کے لیے تین لاکھ ڈالر کے انعام کا اعلان کر دیا۔

مزار پر حاضری دینے اور چادر چڑھانے کا صاف مطلب یہ ہے کہ محترمہ بے نظیر بھٹو آیت اللہ خمینی کو اپنا رہنما مانتی ہیں۔ تو اب انھیں چاہیے کہ ان کے اعلان کے احترام میں۔ امریکہ کا بائیکاٹ کریں۔ مکمل بائیکاٹ۔ اس لیے کہ امریکی صدر نے رشدی ملعون سے ملاقات کر کے۔ نہ صرف پاکستان کے عوام کا، بلکہ ایران کے عوام کا اور پوری دنیا کے مسلمانوں کا دل دکھایا ہے۔

لہٰذا صرف پاکستان کی حکومت کو ہی نہیں۔ پوری دنیا کی مسلمان حکومتوں کو امریکہ کا بائیکاٹ کر دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ یہ جذبہ ہر اسلامی ملک میں پیدا کر دے۔ آمین !

بے شمار اعتراضات کی بنیاد پر لکی نمبر سلسلہ بند کر دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے جتنے قارئین کے انعامات نکلے ہیں، انھیں انعامات روانہ کر دیے گئے ہیں۔

یکم اپریل ۱۹۹۴ء

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

کار غائب

"ٹھیک دس بجے وہ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے گا۔ اس کی انگلی گھنٹی بجانے کے لیے اٹھے گی، اُدھر وہ بٹن دبائے گا، اِدھر تم اس پر فائر کرو گے۔ تم اچھی طرح سمجھ گئے یا میں ایک بار پھر دہراؤں جالی؟"

"لیکن باس! اگر وہ گھنٹی کا بٹن نہ دبائے تو؟"

"تو بھی تم اُسے شوٹ کرو گے۔ لیکن دروازہ کھلنے سے پہلے۔ اگر وہ بٹن نہیں دبائے گا تو دستک دے گا۔ اس صورت میں تم دستک دینے کے فوراً بعد فائر کرو گے اور دیکھو جالی۔ تمھاری گولی اس کے دل کے پار ہونی چاہیے۔ پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے اگر یہ بتایا کہ گولی دل کے اِدھر اُدھر سے نکل گئی تھی تو مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

"آپ فکر نہ کریں باس۔ گولی دل میں سے گزرے

گی ، لیکن باس — آپ کو اس موت سے غرض ہے یا دل
میں سے گولی گزرنے سے۔"

"دل میں سے گولی گزرنے سے — بے شک وہ مرے
نہ" باس ہنسا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے باس — دل میں سے گولی گزرتے
ہی وہ مر جائے گا۔"

"لیکن اگر گولی اِدھر اُدھر سے گزری تو وہ فوری نہیں مر
سکے گا اور اگر ایسا ہوا تو پولیس اس کا بیان لے سکے گی۔
یا وہ مرنے سے پہلے کسی کو بتا دے گا۔"

"کیا بتا دے گا؟"

"قاتل کا نام — وہ جانتا ہے — دُنیا میں اسے ایک
اور صرف ایک آدمی قتل کرنے کی شدید ترین خواہش رکھتا
ہے — اس کے علاوہ کوئی بھی اس کے خُون کا پیاسا نہیں
ہے — اور میں نے آج تک اسے اسی لیے چھوڑے رکھا
کہ پولیس فوراً مجھے گرفتار کر لے گی۔"

"تو کیا اب —— نہیں کرے گی باس؟"

"آج تک میرے ہاتھ کوئی اتنا بڑا نشانے باز نہیں لگا
تھا — مجھے ڈر تھا — اگر وُہ فوری طور پر نہ مر سکا تو میرا
نام بتا دے گا — لیکن تم اس کام کے ماہر ہو — تم

نے آج تک جتنے بھی نشانے لیے ہیں ، گولی ٹھیک دل
میں لگی ہے۔"

"لیکن باس — یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی۔" جالی نے کہا۔

"کیا مطلب — کون سی بات ایسی نہیں تھی؟" باس
نے چونک کر کہا۔

"یہ کہ وُہ فوری طور پر نہ مر سکے — ہم ایک گولی ہی
کیوں چلائیں — گولیوں کی بوچھاڑ بھی تو کر سکتے ہیں۔"

"نہیں جالی — اس میں بھی ایک خاص راز ہے —
تم صرف اور صرف ایک گولی چلاؤ گے — دُوسری گولی
ہرگز نہیں چلاؤ گے — اور تمھاری گولی اس کے دل کے
پار ہونی چاہیے — بس اس کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"ٹھیک ہے باس! ایسا ہی ہو گا — اور کوئی حکم؟"

"مزید ہدایات تمھیں میں پہلے ہی دے چکا ہوں —
فائر کرنے کے بعد فوراً ہی تم غائب ہو جاؤ گے — پھر
تمھارا کسی کو نام و نشان تک نظر نہ آئے — تمھاری
روانگی کے تمام انتظامات مکمل کر دیے گئے ہیں — ٹھیک
ساڑھے دس بجے تم جہاز میں سوار ہو رہے ہو گے ،
برٹائن میں تمھارے لیے ایک آرام دہ گھر بالکل تیار
ہے اور تمھارا انتظار کر رہا ہے — باقی ماندہ زندگی تم

برٹاین میں ہی گزارو گے ۔ ادھر لوٹ کر نہیں آؤ گے ،
وہاں اس قسم کے کام کرنا چاہو تو ضرور کرنا ۔ ایک
طرح سے میں تمھاری زندگی سے نکل جاؤں گا اور
تم میری زندگی سے ۔ ہمارے درمیان قطعاً کوئی تعلق
نہیں رہ جائے گا ، نہ ہم کبھی فون پر بات کریں گے ،
نہ بذریعہ خط ۔ گویا ہمارے درمیان کبھی کوئی تعلق تھا
ہی تھا ، جیسے ہم ایک دوسرے کو جانتے تک نہیں۔"

"ٹھیک ہے باس ! جب آپ میرے لیے اتنا کچھ کر
رہے ہیں ۔ میرے لیے برٹاین میں ایک گھر تک خرید
کر دے رہے ہیں تو پھر میں کیوں ان ہدایات پر
عمل نہیں کروں گا ۔ برٹاین میں زندگی گزارنا تو میرا
ایک خواب تھا ، لیکن اصل مسئلہ تھا رہائش کا ۔ میں
وہاں اپنا گھر چاہتا تھا ، کرائے کی کوئی جگہ نہیں ۔ اور
اب گھر مجھے مل گیا ہے۔"

"ہاں ! تمھارے کاغذات میں ، اس گھر کا پتا ، ملکیت
کے کاغذات سب کچھ میں نے دکھوا دیے ہیں ۔ گاڑی
کی پچھلی پر تمھارا بریف کیس تیار ہو گا ۔ جونہی تم
گاڑی میں بیٹھو گے ، ڈرائیور تیر کی طرح تمھیں ہوائی اڈے
کی طرف لے جائے گا ۔ ادھر چونکہ تمھارا پستول بے آواز

ہو گا ۔ اس لیے لوگوں کو بات سمجھنے میں چند سیکنڈ ضرور
لگ جائیں گے ، بلکہ اس سے بھی زیادہ ۔ اس لیے کہ دس
بجے کا وقت ہو گا ۔ لوگوں کی آمد و رفت بہت حد تک
کم ہو چکی ہو گی۔"

"لیکن باس ! کیا یہ ضروری ہے کہ وہ ٹھیک دس بجے
گھر کے دروازے پر پہنچے؟"

"یہ اس کا بیس سال پرانا معمول ہے۔"

"اوہ ! تب تو ٹھیک ہے باس ۔ یہ ہماری بھی آخری
ملاقات ہے ، لہٰذا ہاتھ ملا لیں ، پھر میں چلتا ہوں۔"

دونوں نے ہاتھ ملائے اور جالی وہاں سے چلا گیا ،
باس اسے جاتے دیکھتا رہا ۔ پھر اس نے فون کا ریسیور
اٹھایا اور کسی کو فون پر ہدایات دینے لگا ۔ اس کی آواز
اس قدر نیچی تھی کہ خود اسے سننے میں دقت ہو رہی تھی ۔

●

رات کے ٹھیک پونے دس بجے وہ مقررہ جگہ پر پہنچ
گیا ۔ اس نے اس جگہ کی طرف دیکھا ۔ جہاں اسے کار
میں بیٹھنا تھا ۔ کار بالکل تیار کھڑی تھی ۔ اس نے کوٹھی

کے دروازے کی طرف دیکھا، جس پر ٹھیک پندرہ
منٹ بعد اس شخص کو آنا تھا — جسے نشانہ بنایا جانے
والا تھا — اس نے جیب میں رکھے پستول کو تھپتھپایا — باس
کی ہدایات کے مطابق اس نے اس میں صرف ایک گولی ڈالی
تھی — گویا دُوسری گولی وہ چلا ہی نہیں سکتا تھا — باس کی
اس بات نے اب تک اسے الجھن میں ڈالا ہوا تھا — وہ
سوچ سوچ کر تھک چکا تھا کہ اگر قتل ہونے والے شخص
کو دو گولیاں مار دی جائیں تو اس سے بھلا باس کو کیا
نقصان ہو سکتا تھا — لیکن اس کی سمجھ میں اس سوال کا
جواب اب تک نہیں آیا تھا — جب کہ باس سے بچھڑے
اسے پورے آٹھ گھنٹے ہو چکے تھے — اُن کی ملاقات دوپہر
پونے دو بجے کے قریب ہوئی تھی — وہ بھی ایک گھٹیا
سے ہوٹل کے ایک کمرے میں — اور باس کا چہرہ تک وہ
نہیں دیکھ سکا تھا — اس نے خفیہ طور پر اس سے رابطہ
کیا تھا — نشانے میں ماہر ہونے کی وجہ سے — ورنہ
اس سے پہلے اس نے اس سے کوئی ایسا کام نہیں لیا
تھا — یہ چیز بھی اس کے لیے اُلجھن کا سبب تھی —
اس ہوٹل میں ان کی صرف چند ملاقاتیں ہوئی تھیں — اور
چند ملاقاتوں میں ہی وہ اس پُراسرار شخص کو باس کہنے

لگا تھا — لفظ باس پر وہ ہنسا بھی تھا، لیکن اس
نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا —

اب اسے انتظار تھا — اپنے شکار کا — باس کی
پیش کش بہت خوب صورت تھی، اس لیے وہ فوراً
تیار ہو گیا تھا — اس نے کہا تھا کہ یہ کام کرنے کے
بعد وہ اس ملک میں نہیں رہ سکتا، اس پر اس
نے پُوچھا کہ پھر — وہ کہاں جائے گا — جواب میں
اسے بتایا گیا کہ برٹانی میں اس کے لیے ایک خوب صورت
گھر خرید لیا گیا ہے — وہ باقی ماندہ زندگی وہاں گزارے
گا — وہاں کے ایک بنک میں اس کے لیے رقم بھی جمع
کرا دی گئی ہے — اس نے سوچا کہ اس کے دستخطوں کے
بغیر یہ کس طرح ممکن ہے — جواب میں اس نے بتایا کہ
دستخط وہ جا کر کرے گا — بنک کے مینجر کو ہدایات جاری
کر دی گئی ہیں —

بہرحال آج اس آخری کام کے موقعے پر نہ جانے
کیوں اس کا دل بُری طرح دھڑک رہا تھا، شاید اس
لیے کہ اس کے بعد اسے اس ملک سے رخصت ہو جانا
تھا — اس ملک سے جہاں وہ پیدا ہوا تھا — لیکن یہاں
وہ بچپن میں ہی جرائم کی گود میں چلا گیا تھا — اس لیے

کہ ایک حادثے میں اس کے ماں باپ دونوں مر گئے تھے۔
اور اس طرح وہ غلط راستے پر چل نکلا تھا۔

عین اس وقت اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ پولیس
کی ایک گاڑی اس کے بالکل سامنے سے گزری تھی —
اس نے سر کو جھٹک دیا۔ شاید وہ گاڑی گشت پر تھی۔
اچانک اس کی پیشانی پر لکیریں ابھرنے لگیں۔ پولیس کی گاڑی
کچھ آگے جا کر یک دم رک گئی تھی — اور تیزی سے بیک ہوئی
تھی، پھر وہ اس کے بالکل نزدیک آ کر رک گئی۔

اس سے غلطی یہ ہوئی تھی کہ وہ پہلے ہی اس کھمبے
کی اوٹ میں نہیں کھڑا ہو گیا تھا۔ جس کے پیچھے سے
اسے فائر کرنا تھا۔ اس نے سوچا تھا۔ ابھی تو چند منٹ
باقی ہیں۔ ٹھیک ایک منٹ پہلے وہ کھمبے کے پیچھے جا
کھڑا ہو گا۔

"اے مسٹر — تم رات کو دس بجے یہاں کھڑے کیا
کر رہے ہو؟"

"کچھ نہیں — بس ایسے ہی۔"

"ادھر آؤ۔" پولیس آفیسر کی گرج دار آواز نے اسے
ہلا دیا۔

پولیس میں اس کے بہت سے ریکارڈ موجود تھے۔

وہ پریشانی میں مبتلا ہو گیا، لیکن اب اسے گاڑی کے
نزدیک جانا ہی پڑا:

"ہاں! جناب کیا حکم ہے؟"

"محمد حسین آزاد — نیچے اتر کر اس کی تلاشی لو۔"

"تو اسے گاڑی میں بلا کر تلاشی کیوں نہ لے لوں۔" اندر
سے حوالدار محمد حسین آزاد کی آواز سنائی دی۔

"کیوں — سردی زیادہ لگ رہی ہے کیا؟" سب انسپکٹر اکرام
نے جھلا کر کہا۔

"اوہ نہیں — سردی بے چاری مجھے کیا لگے گی۔" آزاد
نے ہنس کر کہا۔

"کیوں — کیا سردی تم سے ڈرتی ہے؟"

"نہیں — الٹا میں اسے لگا رہتا ہوں۔"

"کیا بات کرتے ہو — تم سردی کو لگے رہتے ہو۔"

"یس سر۔" اس کے ساتھ ہی محمد حسین آزاد نیچے اتر آیا:

"یار تمہیں بھی رات دس بجے یہیں کھڑے ہونا تھا —
سارے شہر میں کوئی اور جگہ نہیں ملی تھی۔"

"تلاشی لو اس کی — باتیں نہ کرو — ابھی ہماری گشت
کے دو گھنٹے باقی ہیں اور ان دو گھنٹوں میں ہمیں اپنا پورا
ایریا مکمل کرنا ہے۔"

جا چکے ہو — یہ اور بات ہے کہ آج تک کوئی قتل تم پر ثابت نہیں ہو سکا۔ ہائیں — محمد حسین آزاد — تم نے تلاشی شروع نہیں کی۔"

"آپ ہی نے تو کہا تھا — ہائیں یہ تو اپنا جالی ہے، جب یہ ہے ہی اپنا جالی تو پھر کیا کروں گا تلاشی لے کر۔" اس نے فوراً کہا۔

"تلاشی لو — پاگل نہ بنو۔"

"او کے سر۔"

اس نے جالی کی جیبوں میں ہاتھ ڈال دیے، پھر چونک کر بولا:

"ارے! یہاں تو ایک عدد پستول بھی موجود ہے۔"

"بہت خوب! تب تو جالی تم یہاں کسی نیک ارادے سے نہیں کھڑے ہوئے — کسی کو نشانہ بنانا تھا کیا؟" اکرام نے کہا۔

"آپ بھی کیا بات کرتے ہیں — سر۔" جالی نے بڑی مشکل سے کہا۔

عین اس وقت وہاں ایک کار آ کر رکی — کار سے ایک شخص نیچے اترا اور اس کوٹھی کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ رک گیا — اس کی نظر پولیس کی گاڑی پر جا پڑی

"آپ فکر نہ کریں — اگر اسی طرح رک رک کر سڑکوں پر کھڑے لوگوں کو چیک کرتے رہے تو ضرور پورا کر سکیں گے۔"

"اگر چیک نہیں کریں گے تو پھر اس گشت کا کیا فائدہ۔"

اکرام نے منہ بنایا۔

"سیدھے کھڑے ہو جاؤ یار — ویسے تو تم کچھ جانے پہچانے سے لگتے ہو — کہیں پولیس میں ملازم تو نہیں ہو۔" محمد حسین آزاد نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب — جانے پہچانے۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی اکرام نے اس کے چہرے پر ٹارچ کی روشنی ڈالی — کیونکہ سڑک پر روشنی اس حد تک نہیں تھی کہ نقوش صاف نظر آ سکتے —

"ارے! یہ تو اپنا جالی ہے — اے جالی — یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو — کوئی خطرناک پروگرام تو نہیں ہے؟" سب انسپکٹر اکرام نے کہا۔

"نہیں انسپکٹر صاحب — آپ تو جانتے ہی ہیں — میں تو شریف آدمی ہوں۔"

"ہاں بالکل — ویسے یار تم نشانے باز بہت زبردست ہو — اور اس نشانے بازی کی وجہ سے تم کئی بار جیل

تھی ۔ پھر اس کے قدم دروازے کی بجائے ان کی طرف اُٹھ گئے :

"خیر تو ہے جناب ۔ کوئی گڑبڑ تو نہیں ہے ؟"

"آپ کی تعریف ؟"

"مجھے سیٹھ لیاقت کہتے ہیں ۔ یہاں کیا معاملہ ہے ؟"

"یہ شخص آپ کے گھر کے بالکل سامنے کھڑا تھا ۔ میں نے دیکھا تو چیک کرنے کے خیال سے رک گیا ۔ اب اسے دیکھنے پر معلوم ہوا ہے کہ یہ بہترین نشانہ باز ہے ۔ اس کی جیب سے ایک عدد پستول بھی برآمد ہوا ہے ۔"

"ارے باپ رے ۔" سیٹھ لیاقت کے چہرے پر بے پناہ خوف دوڑ گیا ۔

"خیر تو ہے ، آپ بہت خوف زدہ ہو گئے ؟"

"اس لیے کہ ۔ مگر نہیں ۔ پہلے آپ اسے چیک کریں ۔"

"سر ! پستول میں ایک گولی بھی موجود ہے ۔"

"صرف ایک گولی ۔" اکرام کے لہجے میں حیرت تھی ۔

"یس سر ۔ صرف ایک گولی ۔ لیکن بالکل تیار ۔ جیسے یہ گولی چلانے کے لیے بالکل تیار کھڑا تھا ۔"

"ارے باپ رے ۔ تب یہ ضرور مجھے قتل کرنے آیا تھا ۔" سیٹھ لیاقت نے تھرتھر کانپتے ہوئے کہا ۔

"کیا مطلب ۔ یہ آپ نے کیا کہا ۔"

"میں نے غلط نہیں کہا ۔ میرا دم بیٹھا جا رہا ہے ۔ میں کھڑا نہیں رہ سکتا ۔ آپ اسے لے کر اندر آ جائیں ۔"

جالی نے ایک اچٹتی سی نظر اس کار پر ڈالی ۔ جو اسے ایئرپورٹ تک لے جانے والی تھی ۔ یہ دیکھ کر اس کی حیرت بڑھی کہ اب کار وہاں نہیں تھی ۔

ایک کیوں

حوالدار محمد حسین آزاد نے جالی کی کلائی کو مضبوطی سے تھام لیا اور اس کا پستول اسی کی کمر سے لگاتے ہوئے بولا:

"چلو اندر — تھوڑی دیر بعد تمہیں اصلی والے اندر بھی جانا ہے۔"

"اصلی والے اندر — کیا مطلب؟" سیٹھ لیاقت حیران ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ جیل۔"

"لیکن میرا جرم کیا ہے؟"

"رات کے دس بجے جیب میں پستول لیے اس جگہ کیوں کھڑے تھے — جب کہ تمہارا ریکارڈ بہت خطرناک ہے — اس بات کی وضاحت کرو گے۔"

"میں نے بتایا نا انسپکٹر صاحب — یہ صرف اور صرف مجھے قتل کرنے کے لیے یہاں کھڑا تھا۔"

"آخر کیوں — یہ آپ کو کیوں قتل کرنے لگا؟" اکرام بولا۔

اس وقت تک وہ دروازے پر پہنچ چکے تھے — سیٹھ لیاقت کی انگلی گھنٹی کی طرف بڑھی — جالی کا دل بیٹھنے لگا، کہاں وہ گھنٹی بجانے کے ساتھ ہی اس شخص کو گولی کا نشانہ بنانے والا تھا اور پھر برٹائن کے لیے پرواز کر جاتا — اور اب، وہ قانون کی گرفت میں تھا — عین اسی وقت دروازہ کھلا — دروازہ کھولنے والا ایک جوان آدمی تھا — خوش شکل، لمبے قد کا — سیٹھ لیاقت پر نظر پڑتے ہی اس نے کہا:

"ہم تو بہت پریشان تھے بھائی جان — آج آپ پورے تین منٹ لیٹ ہیں۔"

"ہاں! وہ — دروازے پر انسپکٹر صاحب سے اور ان صاحب سے ملاقات ہو گئی تھی — تم انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ شرافت — میں ابھی آیا۔"

"اچھا بھائی جان۔" شرافت نے فوراً کہا اور انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا۔

"یہ صاحب بہت خوف زدہ سے ہیں — کیا یہ آپ کے ساتھ نہیں ہیں؟"

"نہیں — یہ ایک خطرناک مجرم ہے۔" اکرام مسکرایا — شرافت

اس کی کمر سے لگے ہوئے پستول کو اب تک نہیں دیکھ سکا تھا۔
جب وہ صوفے پر بیٹھے ۔ اسی وقت اس نے پستول کو
دیکھا تو بول اُٹھا :

" ارے باپ رے — یہ کیا چکر ہے — خیر تو ہے؟"

" ابھی معلوم ہو جاتا ہے — آپ بھی بیٹھیں — پہلے لیاقت
صاحب آ لیں — وہ آپ کے بڑے بھائی ہیں شاید۔"

" جی ہاں — بہت ہی مہربان بھائی — اللہ ایسے اچھے اور
پیارے بھائی سب کو دے۔" شرافت نے فوراً کہا۔

اُسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی اور سیٹھ لیاقت اندر
داخل ہوئے —

" ہاں تو انسپکٹر صاحب — میرا یہ دعویٰ ہے کہ یہ شخص
مجھے قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا۔"

" یہ — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھائی۔" شرافت نے
گھبرا کر کہا۔

" پریشان ہونے کی ضرورت نہیں — اللہ نے مجھے بچا
لیا — آپ اس سے پُوچھیں — یہ یہاں کھڑا کیا کر رہا تھا؟"

" ہاں جالی — شروع ہو جاؤ — ورنہ میں تمھیں کمرۂ
امتحان میں لے جاؤں گا۔"

" میں یہاں کھڑا ضرور تھا — اس سے مجھے انکار نہیں،

لیکن میرا انھیں قتل کرنے کا کوئی ارادہ یا پروگرام نہیں
تھا — آخر میں انھیں کیوں قتل کرنے لگا — کیا میری ان
سے کوئی دشمنی ہے؟"

" نہیں — لیکن یہ بات تم ان سے کر سکتے ہو. جو
تمھیں نہیں جانتے — میں تو تمھیں بہت اچھی طرح جانتا
ہوں — تم ایک کرائے کے قاتل ہو۔"

" نہیں — کیا آپ کا قانون یہ بات آج تک ثابت
کر سکا ہے؟"

" نہیں ثابت کر سکا — اسی لیے تو تم آزاد پھر رہے
ہو — لیکن ہو تم کرائے کے قاتل۔"

" دیکھیے — جب تک ثبوت نہ ہو — آپ ایسا الزام
مجھے نہیں دے سکتے — ورنہ میں آپ پر اُلٹا کیس کر
سکتا ہوں۔"

" تم ضرور کیس کرنا — اس وقت یہ بتاؤ — رات کے دس
بجے یہاں کیوں کھڑے تھے؟"

" ایسے ہی۔"

" یہ جواب کون درست تسلیم کرے گا — تم یہاں سے
بہت دُور رہتے ہو، یہاں تمھاری کسی سے دوستی بھی نہیں،
پھر آخر تم یہاں کیوں کھڑے تھے؟"

" گھومتا پھرتا اس طرف نکل آیا تھا۔"

" چلو ٹھیک ہے — اس پستول کا لائسنس دکھاؤ۔"

" لائسنس میرے پاس نہیں ہے۔"

" یہ تم نے کہاں سے حاصل کیا تھا؟"

" ایک مسافر سے خریدا تھا — اس کی جیب کٹ گئی تھی۔" اس نے کہا۔

" خیر — ہم تمھیں بغیر لائسنس اسلحہ رکھنے کے جرم میں گرفتار کرتے ہیں — تم ضرور اس سے کسی انسان کا خون کرنے والے تھے۔"

" نہیں — نہیں — یہ غلط ہے۔" اس نے چلّا کر کہا۔

" محمد حسین آزاد — اسے حوالات میں پہنچا دو — چالان کاٹ دینا — کہیں کوئی سفارش نہ آ جائے اس کی۔"

" بہت بہتر سر۔"

" میں گشت مکمل کر آتا ہوں۔"

" جی اچھا۔"

وہ سیٹھ لیاقت سے رُخصت ہو گئے — محمد حسین آزاد نے حوالات کا رُخ کیا اور اکرام آگے کی طرف بڑھا — ان دنوں غیر مُلکی تخریب کاروں کے شہر میں داخل ہونے کی بہت اطلاعات مل چکی تھیں — لہٰذا رات گئے تک

ذمے دار آفیسر گشت کرتے رہتے تھے۔

اچانک اکرام کو رک جانا پڑا — سامنے سے انسپکٹر جمشید کی جیپ آ رہی تھی — ان کے ساتھ ایک اور انسپکٹر تھا — اس کا نام انسپکٹر سردار تھا۔

" ہاں اکرام — سب خیریت ہے نا؟"

" ہے تو سب خیریت ہی — البتہ میں نے ایک پُرانے پاپی کو بغیر لائسنس پستول رکھنے کے جرم میں گرفتار کیا تھا۔ وہ سیٹھ لیاقت کے گھر کے سامنے کھڑا تھا — شاید کسی کے انتظار میں — میں نے چیک کیا تو گھبرا گیا — اسی وقت سیٹھ لیاقت بھی آ گئے — ان کا کہنا ہے کہ اسے ضرور انھیں قتل کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔"

" تم بات کس کی کر رہے ہو؟"

" جی — جالی کی۔"

" اوہ — وہ ماہر نشانہ باز — جس پر ہم پیشہ ور قاتل ہونے کا شبہ رکھتے ہیں۔"

" جی ہاں! وہی۔"

" ذرا مجھے وہ جگہ دکھانا — جہاں وہ کھڑا تھا۔"

" کیوں سر — خیریت؟"

" وہ یہاں بلا وجہ نہیں آ سکتا — اور چونکہ وہ صرف

کرائے کا قاتل ہے ۔ لہٰذا ضرور کسی کو قتل ہی کرنے آیا ہو گا ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ سیٹھ لیاقت نے یہ کس طرح کہہ دیا کہ وہ انھیں قتل کرنے آیا تھا ۔ کیا کوئی ان کا دشمن ہے ۔ کیا انھیں اپنے کسی دشمن کی طرف سے خطرہ ہے؟"

"یہ باتیں ہم نے ان سے نہیں پوچھیں۔" اکرام نے شرمسار انداز میں کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں ، اب پوچھ لیتے ہیں۔" انھوں نے بُرا نہ مانتے ہوئے کہا۔

اور پھر وہ سیٹھ لیاقت کے گھر کے سامنے پہنچ گئے ۔

"وہ اس جگہ کھڑا تھا ۔ اس کھمبے کے ساتھ۔" اکرام نے بتایا۔

اب وہ گاڑی سے نیچے اُتر آئے ۔ انھوں نے کھمبے کے آس پاس کی جگہ کو بغور دیکھا ۔ وہاں سگریٹ کے تین ٹکڑے پڑے تھے ۔ انھوں نے تینوں ٹکڑے اُٹھا لیے ۔

"ایک سگریٹ پینے میں قریباً پانچ منٹ ضرور لگ جاتے ہیں ۔ یہاں تین ٹکڑے پڑے ہیں ۔ تینوں ایک جیسے ہیں ۔ اگر یہ سگریٹ جالی نے پیے ہیں تو گویا وہ پندرہ منٹ سے یہاں کھڑا تھا ۔ اور وہ بلا وجہ پندرہ منٹ یہاں کھڑا نہیں رہ سکتا تھا ۔ ضرور کوئی بات ہے ۔ پھر اس

کے پاس سے پستول بھی برآمد ہوا ہے ۔ وہ بھرا ہوا تھا یا خالی؟

"اس میں صرف ایک گولی تھی۔"

"اوہ ! صرف ایک گولی۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی ہاں۔" اس نے کہا۔

"سیٹھ لیاقت کے دروازے کی گھنٹی بجاؤ ۔ میں اُلجھن محسوس کر رہا ہوں۔"

"او کے سر۔" اکرام نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

تیسری گھنٹی پر دروازہ کھلا ۔ دروازہ شرافت نے ہی کھولا ۔ لیکن اس کی آنکھوں میں نیند صاف نظر آ رہی تھی ۔

"ہمیں افسوس ہے ۔ آپ کو پریشان کیا ۔ لیکن معاملہ بہت اہم ہے ۔ آپ ذرا لیاقت صاحب کو جگا دیں۔"

"خیر تو ہے؟" اس نے گھبرا کر کہا۔

"جی ہاں ! خیریت ہی ہے ۔ بس آپ انھیں جگا دیں۔"

"آپ آئیں ۔ پہلے میں آپ کو بٹھا تو دوں۔"

پھر وہ انھیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا ۔ جلد ہی سیٹھ لیاقت اندر داخل ہو گئے ۔ ان کی آنکھوں میں بھی نیند تھی ۔ اس کے پیچھے شرافت بھی تھا۔

"آہا — یہ تو غالباً انسپکٹر جمشید ہیں۔"

"غالباً نہیں یقیناً — ہم نے آپ کو زحمت دی۔ امید ہے، معاف فرمائیں گے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں — فرمائیے — بات کیا ہے؟"

"آپ نے جالی کو دیکھ کر — اور جب اس کے پاس سے پستول برآمد ہو گیا — تو یہ کہا تھا کہ وہ ضرور آپ کو قتل کرنے کے ارادے سے آیا تھا — آخر آپ نے یہ بات کیوں کہی تھی؟"

"اس لیے کہ میرے خیال میں بات تھی ہی یہ۔"

"لیکن کیسے — کیا آپ کی کسی سے کوئی دشمنی ہے — ورنہ جالی سے تو آپ کی کوئی دشمنی نہیں ہے نا؟"

"نہیں — بالکل نہیں — لیکن ایک شخص میرے خون کا پیاسا ضرور ہے۔ بہرحال۔"

"اور وہ کون ہے؟"

"میرے خیال میں میرے قتل کے لیے اسی نے جالی کو مقرر کیا ہو گا — وہ تو میری قسمت اچھی تھی کہ عین اس وقت اس طرف سے اکرام صاحب گزرے — اور بچت ہو گئی۔"

"یہی ہم جاننا چاہتے ہیں — وہ شخص کون ہے؟"

"موجودہ گورنر کا سالا۔"

"گورنر صاحب کا سالا — آپ کا مطلب ہے — منیر شیرازی۔" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! وہی — وہ میرے خون کا پیاسا ہے۔ اس کے علاوہ ایسا کوئی نہیں کر سکتا۔"

"اوہ — اچھا — کمال ہے — سوال یہ ہے کہ انھیں آپ سے کیا دشمنی ہے؟"

"ابھی ابھی الیکشن ہوئے ہیں نا — ان میں میں نے اس امیدوار کا بھرپور ساتھ دیا تھا — جو منیر شیرازی کے مقابلے میں الیکشن لڑ رہا تھا — وہ تھا بھی بہت زیادہ غریب — جب کہ منیر شیرازی کے پاس دولت کے انبار تھے — ایسے میں میں نے اس غریب کی مدد کا فیصلہ کر لیا — اور اس کی مالی مدد کی — اور خدا کی قدرت کہ وہ منیر شیرازی کے مقابلے میں کامیاب ہو گیا — منیر شیرازی نے اسی روز مجھے فون کیا تھا اور کہا تھا — اقبال ساجد کی کامیابی تمھاری وجہ سے ہوئی ہے — لہٰذا میں تمھیں دیکھ لوں گا — اب تم اپنی زندگی کے دن گنا کرو، میں ضرور تمھیں قتل کرا دوں گا — یہ الفاظ اس نے بالکل صاف انداز میں کہے تھے — اس روز سے میں خود کو

خطرات میں گھرا محسوس کرنے لگا ہوں۔"
"کیا آپ نے اس کے خلاف رپورٹ لکھوائی تھی؟"
"ہاں بالکل۔" سیٹھ یاقت فوراً بولے۔
"شکریہ — اب ہم اس معاملے کو دیکھ لیں گے۔
آؤ اکرام چلیں۔"
وہ وہاں سے سیدھے منیر شیرازی کے ہاں پہنچے۔
اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔
"کیا ہم صبح ان سے بات نہ کریں — اس وقت بُرا
مانیں گے۔" اکرام نے پریشان ہو کر کہا۔
"ہم اس کے بُرا ماننے کی پروا کیوں کریں — اگر
اس نے ایک انسان کو قتل کرانے کی کوشش کی ہے تو
پھر تو یہ شخص قابلِ نفرت ہے۔"
یہ کہہ کر انھوں نے خود آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن
دبا دیا۔ تین منٹ بعد ایک ملازم نے دروازہ کھولا:
"جی فرمائیے۔" اس نے ناخوشگوار انداز میں کہا۔
"ہمیں منیر شیرازی صاحب سے فوراً ملنا ہے — ہمارے
کارڈ ان تک پہنچا دیں۔"
"وہ — اس وقت۔" ملازم نے حیران ہو کر کہا۔
"ہاں! کیوں — کیا وہ سو رہے ہیں؟"

"سو تو نہیں رہے — اپنے دوستوں کے ساتھ تاش
کھیل رہے ہیں۔"
"تب تو ان کو بُرا ماننے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
"اچھا خیر — میں جاتا ہوں۔"
وہ کارڈ لے کر اندر چلا گیا — جلد ہی اس کی واپسی
ہوئی — اس نے کہا:
"آئیے جناب — وہ اسی کمرے میں آپ سے ملاقات
کرلیں گے جس میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے
ہیں — کہہ رہے ہیں، اب کون اُٹھ کر اس وقت ڈرائنگ
روم میں آئے۔"
"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔
پھر وہ اس کے ساتھ چلتے منیر شیرازی کے کمرے
میں پہنچے — انھوں نے دیکھا — وہاں چار غنڈہ ٹائپ نوجوان
منیر شیرازی کے ساتھ مسہری پر بیٹھے تاش کھیل رہے تھے:
"آئیے انسپکٹر صاحب — خیر تو ہے — رات کے گیارہ
بجے مجھ سے کیا کام آ پڑا؟"
"آپ اگر چند منٹ کے لیے اپنا کھیل بند کر کے میری
بات سُن لیں تو بہت مہربانی ہو گی۔"
"لیکن اگر ہم تاش کھیلنے کے دوران سُن لیں تو اس

میں کیا حرج ہے؟" اس نے منہ بنایا۔
"حرج تو کوئی نہیں — خیر — اگر آپ اپنا کھیل جاری رکھنا چاہتے ہیں تو یونہی سہی — آج رات ٹھیک دس بجے سیٹھ یاقت کو..." یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔
"کیا ہوا سیٹھ یاقت کو — کسی نے قتل کر دیا — یا وہ کسی حادثے میں مارا گیا؟" اس نے فوراً کہا — ساتھ ہی اس نے تاش پھینک دیے —
"کیا ہوا — آپ نے تاش کیوں پھینک دیے — آپ تو کہہ رہے تھے — تاش کھیلتے ہوئے بات کریں گے۔" انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"آپ اس بات کو چھوڑیں — کام کی بات کریں — ہو سکتا ہے — آپ میرے لیے ایسی خبر لانے والے ہوں کہ میں آپ کا منہ موتیوں سے بھر دینے کے بارے میں سوچوں۔"
"میں کھانا کھاتا ہوں — موتی نہیں — نہ مجھے موتیوں سے کوئی دلچسپی ہے۔"
"خیر خیر — وہ تو میں نے محاورتاً ایک بات کہہ دی، جلدی بتائیے۔"
"آج رات ٹھیک دس بجے آپ کے حکم سے سیٹھ یاقت کو..." وہ ایک بار پھر کہتے کہتے رک گئے۔

منیر شیرازی بے تاب ہو گیا — سیدھا ہو گیا — اب اسے اور اس کے ساتھیوں کو تاش کا خیال تک نہیں رہ گیا تھا —
"اب آپ کا کیا حال ہے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
"دیکھیے — آپ میرے صبر کا امتحان نہ لیجیے — مجھ سے انتظار نہیں ہوتا — اور دوسری بات یہ ہے کہ میں نے کسی کو کسی قسم کا کوئی حکم نہیں دیا — آپ اپنا جملہ درست کر لیں۔"
"بعد میں سوچیں گے — پہلے تو آپ یہ سن لیں کہ سیٹھ یاقت کو آج ٹھیک دس بجے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا۔"
"اوہ — اوہ — تو پھر — وہ مارا گیا یا نہیں؟"
"پھر تو آپ کے لیے افسوس ناک خبر ہے — وہ بچ گیا ہے۔"
"لیکن ہوا کیا — کس نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔
"اب آپ اتنے انجان بھی نہ بنیں۔"
"کیا مطلب؟"
"آپ نے کرائے کے ایک قاتل کی خدمات حاصل

کی تھیں — لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔"

"بے شک یہ بُری خبر ہے — لیکن میں نے کسی کرائے کے قاتل کی خدمات حاصل نہیں کیں — جب کروں گا، اس وقت وہ بچ نہیں سکے گا۔"

"بہت خوب! تو آپ اسے جان سے مار ڈالنے کی تمنا رکھتے ہیں۔"

"ہاں، لیکن قانون کو ابھی تک اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔"

"لیکن پھر کرائے کا وہ قاتل کس نے بھیجا — آپ کے علاوہ تو ان کا کوئی دشمن نہیں ہے۔"

"یہ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"اچھی بات ہے — اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ نے کرائے کا قاتل بھیجا تھا تو پھر ہم آپ کو گرفتار کرنے کے لیے آئیں گے۔"

"آپ ہوش میں تو ہیں — جانتے نہیں — کس سے بات کر رہے ہیں۔"

"گورنر صاحب کے سالے سے — یہی نا — لیکن قانون سب کے لیے ایک ہے۔"

"ایک بات آپ بھی نوٹ کر لیں — جب بھی مجھے گرفتار کرنے آئیں — وارنٹ لے کر آئیں — ورنہ آپ کو یہاں سے

ناکام جانا پڑے گا۔"

"میں چاہوں تو آپ کو ابھی اور اسی وقت بھی گرفتار کر سکتا ہوں — اور مجھے کوئی نہیں روک سکتا — لیکن میں چونکہ قانون کا حد درجے لحاظ رکھتا ہوں — اس لیے — آپ کو اس وقت کچھ نہیں کہہ رہا۔"

"خیر — آپ تشریف لے جائیں — بعد میں دیکھیں گے — کہ کون کیا ہے — اور کتنے پانی میں ہے — میرے ایک اشارے پر آپ ملازمت سے نکالے جا سکتے ہیں۔"

"مجھے اس ملازمت کی پروا نہیں — میں تو اپنے دین، ملک اور قوم کی خدمت کرنا چاہتا ہوں — وہ میں ملازمت سے باہر رہ کر بھی کر سکتا ہوں — اور آپ کے لیے میں اس صورت میں زیادہ خطرناک ہوں — یعنی اگر میں ملازمت میں نہ ہوں — کیونکہ اس وقت مجھے قانون کی کوئی پروا نہیں ہو گی اور میں اپنی مرضی سے کام کر سکوں گا۔"

"خیر — میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑوں گا کہ میں زیادہ طاقت ور ہوں یا آپ — اس کا فیصلہ بعد میں ہو گا کہ کون کتنا طاقت ور ہے۔"

"اگر آپ اس کیس کے مجرم ہیں — تب تو مزا آ

جائے گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"آپ کو بھی اِن شاء اللہ۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"گویا آپ یہ بات مان رہے ہیں کہ آپ ہی مجرم ہیں اور جالی کو آپ نے ہی مقرر کیا تھا؟"

"کون جالی ــ میں کسی جالی والی کو نہیں جانتا۔"

"ہم بہت جلد آپ کے پاس دوبارہ آئیں گے۔ آؤ بھئی چلیں۔" انھوں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"اور اُمید ہے ــ ہماری دوسری ملاقات بالکل خوشگوار نہیں ہو گی۔" اس نے سرد آواز میں کہا۔

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا ــ صرف مسکرا دیے۔

باہر نکل کر وہ سیدھے حوالات پہنچے ــ اور سب انسپکٹر اکرام سے بولے:

"اسے میرے کمرے میں لے آؤ۔"

"سر ــ اب ہم بقیہ کام صبح کیوں نہ کریں ــ کیونکہ سیٹھ لیاقت تو بچ ہی گئے ہیں ــ اب جلدی کیا ہے؟"

"جلدی کوئی نہیں ــ لیکن مجرم ہم پر ہنس رہا ہے، میں اس کی ہنسی کا گلا گھونٹنا چاہتا ہوں۔"

"تو کیا آپ صبح ہونے سے پہلے مجرم کو گرفتار کریں گے؟" اکرام دھک سے رہ گیا۔

"نہیں ــ یہ بات نہیں ــ لیکن میں کسی نتیجے پر پہنچے بغیر سو نہیں سکتا۔"

"آپ بھی کمال کے انسان ہیں۔"

"ذرا سوچو ــ اگر سیٹھ لیاقت قتل ہو جاتے تو ہمارے ملک میں کتنا ہنگامہ ہوتا۔"

"کیوں سر ــ یہ کیا بات ہوئی؟"

"یہی تو تم سمجھتے نہیں ــ سیٹھ لیاقت ایک سیاسی جماعت کا دایاں ہاتھ ہے ــ وہ جماعت پورے ملک میں اودھم مچا دیتی۔"

"اوہ ہاں! یہ بات سامنے آئی تھی ــ کہ انھوں نے گورنر کے سالے کے مقابلے میں جو اُمیدوار کھڑا تھا، اس کا ساتھ دیا تھا۔"

"بس بس ــ یہی بات ہے ــ اچھا تم اسے تو لے آؤ۔"

اکرام گیا اور جالی کو لے آیا ــ انسپکٹر جمشید چند سیکنڈ تک اسے بغور دیکھتے رہے، پھر نرم آواز میں بولے:

"بیٹھ جاؤ۔"

جالی ان کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا ــ

"جس جگہ تم کھڑے تھے ــ یعنی اس کھمبے کے ساتھ ــ جس کی اوٹ سے تمھیں فائر کرنا تھا ــ وہاں سے سگریٹ کے

یہ تین ٹکڑے ملے ہیں۔"

انھوں نے سگریٹ کے ٹکڑے اس کے سامنے رکھ دیے، پھر بولے:

"یہ سگریٹ تم نے ہی پیے تھے نا؟"

"ہاں جناب! کیا سگریٹ پینا ہمارے ملک میں جرم ہے؟"

"جرم تو نہیں ہے۔" وہ مسکرائے۔

"تو کیا وہاں کھڑے ہونا جرم ہے، جہاں میں کھڑا تھا؟"

"نہیں — وہاں کھڑے ہونا بھی جرم نہیں ہے۔ لیکن تمھارے پاس بغیر لائسنس ایک پستول تھا۔ اس میں ایک گولی بھی تھی — آخر کیوں؟"

"بس میں تفریحاً اس طرف نکل گیا تھا — کوئی خاص بات نہیں تھی۔"

"لیکن وہاں کھڑے ہو کر تین سگریٹ پیے — تین سگریٹ پینے میں کم از کم پندرہ منٹ لگ جاتے ہیں — آخر تم پندرہ منٹ تک وہاں کھڑے کیا کرتے رہے؟"

"کوئی کام نہیں — وقت گزار رہا تھا۔"

"یہ بات ہم نہیں مان سکتے — اس وقت رات کے دس بجنے والے تھے — موسم سردی کا ہے، گرمی کا نہیں، لوگ جو بے کار ہوتے ہیں، لحافوں میں گھس کر وقت

گزارتے ہیں۔"

"اب میں کیا کہوں — کس طرح وضاحت کروں؟"

"سیٹھ لیاقت کا خیال ہے کہ تم انھیں قتل کرنے کے لیے وہاں کھڑے تھے، لیکن پھر سب انسپکٹر اکرام نے تمھیں وہاں دیکھ لیا — اور اس طرح تم اپنا کام نہیں کر سکے۔"

"یہ بات ٹھیک نہیں ہے — اگر میرا ارادہ قتل کا تھا تو میرے پستول میں صرف ایک گولی نہ ہوتی، بلکہ پورا پستول بھرا ہونا چاہیے تھا۔" اس نے مضبوط انداز میں کہا۔

ایک لمحے کے لیے ان کا رنگ اڑ گیا — کیونکہ جالی کی اس بات میں بہت وزن تھا، پھر وہ مسکرائے اور بولے:

"بات بہت معقول ہے — ایک قاتل کبھی بھی اپنے پستول میں ایک گولی نہیں رکھتا — کیونکہ اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ صورتِ حال کیا پیش آئے گی اور ایک گولی فائر کرنے کے بعد وہ خود اپنے بچاؤ کے لیے کیا کرے گا، لیکن سوال یہ ہے کہ تم وہاں کر کیا رہے تھے؟"

"ایک دوست کا انتظار — ہمارا پروگرام کوئی چوری دوری کرنے کا تھا۔"

"اس دوست کا نام بتا دو — وہ کیوں نہیں آیا؟"

"اس کا نام راجا ہے — وہ کیوں نہیں آیا — یہ میں

کیسے بتا سکتا ہوں، جب تک کہ اس سے ملاقات نہ ہو جائے۔"

"راجا کا پتا؟"

"اس نے کبھی نہیں بتایا — نہ میں نے کبھی پوچھا — ہم جرائم پیشہ لوگ ایک دوسرے کے گھر کے پتوں سے کوئی غرض نہیں رکھتے۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"شکریہ دوست! اس کا حلیہ بتا دو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"حلیہ — ہاں ضرور — کیوں نہیں — اس کا رنگ سیاہ ہے، ایک آنکھ سے بھینگا ہے — قد لمبا ہے — اور کچھ۔"

"یہ حلیہ مکمل نہیں — بال کیسے ہیں، ناک کیسی ہے؟"

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی — وہ بری طرح چونکے۔ اس وقت دفتر میں کس کا فون آ سکتا تھا بھلا —

فون

"انھوں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے ایک کھردری آواز سنائی دی:

"سیٹھ لیاقت کو ان کے گھر میں نہایت بے دردی سے قتل کیا جانے والا ہے — قاتل اس کے گھر میں داخل ہو چکے ہیں — بچا سکتے ہیں تو بچا کر دکھائیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا — انسپکٹر جمشید نے فوراً سیٹھ لیاقت کے گھر کے نمبر ڈائل کیے — دوسری طرف سے لائن بالکل بند تھی — گویا کسی نے تار کاٹ دیے تھے — اب تو وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے:

"آؤ اکرام — کسی سے کہ دو — وہ جالی کو بند کر دے۔"

ان الفاظ کے ساتھ وہ باہر کی طرف دوڑ پڑے — اور گاڑی میں جا بیٹھے — چند سیکنڈ بعد ہی اکرام بھی گاڑی میں آ گیا:

"بات کیا ہے سر؟"

"کسی نے فون پر کہا ہے کہ سیٹھ لیاقت کے گھر میں قاتل داخل ہو چکے ہیں — میں نے وہاں فون کیا تو فون بند ہے — لہٰذا کوئی گڑبڑ ضرور ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" اکرام نے فوراً کہا۔

"آمین!" ان کے منہ سے نکلا۔

"آج کی مہم — محمود، فاروق اور فرزانہ کے بغیر ہی جاری و ساری ہے۔"

"کیا کیا جائے — یہ تو گشت کے دوران شروع ہوئی تھی اور وہ گھر میں سوئے پڑے ہوں گے۔"

"ہوں خیر — صبح شریک ہو جائیں گے وہ۔"

آندھی اور طوفان کی طرح وہ سیٹھ لیاقت کے گھر تک پہنچے — گھر کا دروازہ بند تھا اور اندر خاموشی — اندر چند زیرو کے بلب ضرور روشن تھے — انھوں نے آگے بڑھ کر دستک دی — اندر جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دی —

"فون غلط تھا — اندر حالات پُرسکون ہیں۔" اکرام نے کہا —

"ہاں! معلوم تو یہی ہوتا ہے۔"

پھر جونہی دروازہ کھلا — وہ اچھل پڑے — کیونکہ دروازہ محمود نے کھولا تھا:

"تمھیں یہاں دیکھنے کی تو ایک فی صد بھی اُمید نہیں تھی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"حیرت ہے — کیا ہو گیا ہے، آپ کی اُمید کو۔" محمود مسکرایا۔

"یہاں حالات خراب ہیں کیا؟"

"اطلاع یہی ملی تھی — کسی نے فون کیا تھا — کہ سیٹھ لیاقت کے گھر میں قاتل داخل ہو گئے ہیں۔"

"اوہ — تو تم بھی یہی فون سن کر آئے ہو — اور چونکہ گھر کا فاصلہ دفتر کی نسبت کم ہے، اس لیے — تم ہم سے پہلے پہنچ گئے۔"

"کیا مطلب — کیا آپ کو بھی فون کیا تھا کسی نے؟"

"ہاں! بالکل انھی الفاظ میں — دراصل فون کرنے والے کو جب گھر میں میری آواز نہ سنائی دی تو اس نے یہی اندازہ لگایا کہ میں دفتر میں ہوں گا — لہٰذا اس نے وہاں بھی فون کر ڈالا۔"

"دفتر میں — آپ رات کے وقت وہاں کیا کر رہے تھے؟" محمود نے حیران ہو کر پوچھا —

"اسی کیس کے سلسلے میں دوڑ دھوپ۔"

"دوڑ دھوپ اور رات کو — ابّا جان — رات کو دوڑ تو ہو سکتی ہے — دھوپ نہیں۔" محمود ہنسا۔

"آج تم میں فاروق کی رُوح تو حلول نہیں کر گئی۔"

انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"جی نہیں — اندر چلیے — فاروق آپ کو اور حال میں نظر آئے گا۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"بس آپ آئیے نا۔"

وہ اس کے ساتھ اندر داخل ہوئے — گھر کے تمام افراد ایک کمرے میں تھے — قدموں کی آواز سُن کر ان کی طرف مُڑے:

"ارے، آپ — معلوم ہوتا ہے — آپ لوگ آج رات ہمیں سونے نہیں دیں گے۔" شرافت چہکا۔

"مجھے بھی آپ کو دیکھ کر حیرت ہوئی۔"

"پتا نہیں — حیرت کو کیا ہو گیا ہے — ہر ایک کو ہونے لگی ہے۔" فاروق کی آواز سنائی دی —

اب انھوں نے دیکھا — وہ ایک صوفے پر اکڑا ہوا بیٹھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی —

انسپکٹر جمشید یہ دیکھ کر مسکرا دیے — کیونکہ چھڑی ان کی تھی — گویا وہ ان کی نقل کر رہا تھا۔

"ابّا جان! ہم ذرا گھر کے افراد سے پوچھ گچھ کر رہے تھے — آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟"

"بالکل نہیں — پوچھ گچھ جاری رکھی جائے — لیکن اس سے پہلے تمھیں یہ دیکھنا چاہیے تھا کہ یہاں کے فون کو کیا ہوا؟"

"کسی نے تار کاٹ دیے تھے — وہ ہم نے جوڑ دیے تھے۔"

"بہت خوب! تب تو ٹھیک ہے — فون تو آ سکتا ہے نا دفتر وغیرہ سے؟"

"جی ہاں!" فرزانہ بولی۔

"ہاں! اب اپنا پروگرام جاری کرو۔"

"اصل میں بات یہ ہے کہ ہمیں فون موصول ہوا تھا — کہ سیٹھ لیاقت کے گھر میں قاتل داخل ہو گئے ہیں — لہٰذا ہم نے آن کی آن میں ٹیلی فون ڈائریکٹری میں فون نمبر دیکھے — پتا دیکھا اور پھر پہلے یہاں فون کیا، لیکن تار کٹے ہوئے تھے — لہٰذا ہم ادھر دوڑ پڑے — یہ تو ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ آپ بھی

ادھر آ جائیں گے۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"کوئی بات نہیں — اب سوچ لو۔" فرزانہ نے لقمہ دیا۔

"اس نادر مشورے کا شکریہ — ہاں تو میں کہ رہا تھا، ہم یہاں پہنچے تو سب گھر والے پُر سکون انداز میں سوئے پڑے تھے۔"

"یہ تم کس طرح کہ سکتے ہو۔"

"میرا مطلب ہے کہ اندر کوئی گڑبڑ نہیں تھی۔"

"تو صرف یہ کہو کہ اندر کوئی گڑبڑ نہیں تھی۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے — ہاں تو میں کہ رہا تھا کہ اس کے بعد ہم نے دروازے کی گھنٹی بجائی، بے چارے شرافت صاحب نے دروازہ کھولا۔"

"اور یہ انھیں بے چارہ کس خوشی میں کہا تم نے؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ابا جان — بے چارے کا کیا ہے — وہ تو ہم کسی کو بھی کہ سکتے ہیں۔"

"خیر — مان لیا — آگے کہو۔"

"اب آگے کیا کہوں — ہم نے ان سے پوچھا — وہ قاتل کہاں ہیں — یہ بہت حیران ہوئے کہ ہم کن قاتلوں

کی بات کر رہے ہیں — لیکن ان میں سے ایک سمجھ گئے۔"

"ایک سمجھ گئے — کیا مطلب؟"

"ہاں! شرافت صاحب فوراً سمجھ گئے کہ ہم کیا کہ رہے ہیں — انھوں نے فوراً کہا — شاید ہمارے گھر میں کوئی آ گھسا ہے — ہم نے ان کی بات کی تصدیق کی اور گھر کی تلاشی شروع کی — لیکن پوری کوشش کے بعد بھی کوئی قاتل نہ مل سکا — اب ہم اخبار میں اشتہار دینے کے بارے میں غور کر رہے ہیں۔"

"کیسا اشتہار؟" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"گم شدگی کا اشتہار۔"

"دماغ تو نہیں چل گیا — بات کو کہاں سے کہاں لے جاتے ہو — ارے بھئی، تم بات کر رہے تھے — گھر میں قاتل تلاش کرنے کی — اور گھر میں کوئی ملا نہیں۔"

"جی ہاں! میرا ذہن پھسل گیا — دراصل نیند کی حالت میں یہاں آنا پڑا ہے نا۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"اچھا پھر — آگے کہو نا۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"اب آگے کیا کہیں — آگے تو آ گئے ہیں آپ۔"

"گویا یہاں قاتل واتل کوئی نہیں پائے — کسی نے غلط فون کیا تھا، لیکن کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"باقی کام ہو چکے ہیں — یہ کام اب آپ کریں۔"
فاروق نے جلدی کہا۔

"کون سا کام؟"

"یہ غور کرنے کا — کہ کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" وہ مسکرایا۔

"خیر — ہم غور کر لیتے ہیں — تم کیا کرو گے؟"

"ان لوگوں سے سوالات چل رہے تھے ذرا۔" فاروق بولا۔

"چلو — کرو، پھر ہم بھی تو سنیں — وہ سوالات کیا ہیں؟" انھوں نے کہا۔

"جی بہتر! ہمیں یہاں کی کہانی کا پتا چلا ہے — جالی کی گرفتاری کا بھی علم ہو گیا ہے — لہٰذا ہم ذرا ذہن دوڑا رہے تھے — امید ہے — آپ بُرا نہیں مانیں گے۔" اس نے کہا۔

"ذہن دوڑانے سے میں کیوں بُرا ماننے لگا۔" انسپکٹر جمشید نے جل کر کہا۔

"اب آپ بھی بیٹھ جائیں — اور ہمیں بتائیں — جالی سے کیا معلوم ہوا ہے؟"

"ابھی تک ہم اس سے یہ نہیں اگلوا سکے کہ وہ وہاں کوئی قتل کی واردات کرنے کے لیے کھڑا تھا — ہم اس

سے سوالات کر رہے تھے کہ یہ فون آ گیا — اب جا کر کام پورا کریں گے اور اگر اب بھی اس نے آئیں بائیں شائیں کی، ہم اسے شکنجے میں کس دیں گے۔"

"اس کے بارے میں کچھ ہمیں بھی تو بتائیں۔"

انھوں نے جالی کے بارے میں تفصیل سے بتایا — ان کے خاموش ہونے پر فرزانہ نے کہا:

"حیرت ہے — آخر اس کے پستول میں صرف ایک گولی کیوں تھی — اگر وہ کسی کو قتل کرنے کے ارادے سے وہاں کھڑا تھا؟"

"یہ بات ابھی تک میں بھی نہیں سمجھ سکا — ویسے جالی بھی کچھ چھپانے کی کوشش کر رہا ہے — اب جا کر اس سے اگلوائیں گے۔"

"اب آپ بتائیں — کوئی آپ کو کیوں قتل کرنا چاہتا ہے؟" فاروق ان کی طرف مڑا۔

"یہ بات یہ ہمیں بتا چکے ہیں — ان کا ایک دشمن ہے اور وہ ہے گورنر صاحب کا سالا۔"

"ارے باپ رے — لاٹ صاحب کا سالا تو سنا تھا، اب گورنر صاحب کا بھی سالا ہونے لگا — یہ تو بہت خوفناک چیز ہوتا ہوگا۔" فاروق گھبرا گیا۔

"بھئی پہلے سُن تو لو۔"

"چلیے سنایئے ـ کیا سُنانا چاہتے ہیں؟"

"وہ الیکشن میں کھڑا ہوا تھا ـ ان کے مقابلے میں ایک غریب آدمی کھڑا ہوا تھا ـ انھوں نے اس غریب آدمی کی بہت زیادہ مدد کی تھی ـ اس قدر مدد کہ ان کی مدد کی وجہ سے گورنر صاحب کا سالا ہار گیا تھا ـ اب وہ ان سے انتقام لینا چاہتا ہے ـ ہم اس سے مل چکے ہیں ـ اس نے اس بات کا اقرار تو کیا ہے کہ وہ انھیں جان سے مار ڈالنے کی خواہش رکھتا ہے ـ لیکن قانون کے ڈر سے اس نے ایسا کیا نہیں۔"

"لیکن وہ کرائے کے قاتل کو تو بھیج سکتا ہے نا۔" محمود نے کہا ـ

"ہاں! یہی بات ہے ـ اسی لیے ان کا خیال فوراً اس کی طرف گیا تھا ـ دوسری طرف ابھی تک جالی نے سچ نہیں اگلا۔"

"تو پھر ہم یہاں کیا کر رہے ہیں ـ چل کر جالی سے سچ اگلواتے ہیں۔"

"ہاں! لیکن تم ابھی یہیں ٹھہرو ـ ہو سکتا ہے یہ کوئی چکر ہو ـ اب تمھیں ان کی حفاظت کرنا ہے۔" انھوں

نے کہا ـ

"جی بہت بہتر۔" انھوں نے ایک ساتھ کہا ـ

"بلکہ تم گھر کے ارد گرد کا بھی ذرا ایک چکر لگا لو۔" انسپکٹر جمشید بولے ـ

"ٹھیک ہے ـ آپ فکر نہ کریں۔"

انسپکٹر جمشید اکرام کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے ـ

"ابھی تک یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ کسی کو وہ فون کرنے کی کیا ضرورت تھی۔" اکرام نے الجھن کے عالم میں کہا ـ

"آ جائے گی ـ اس کیس میں جالی بہت کچھ چھپا رہا ہے ـ اسے کئی باتیں معلوم ہیں ـ ابھی ہم جا کر اس سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے ـ

اور پھر وہ دفتر پہنچ گئے ـ اپنے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے انھوں نے کہا:

"چلو اکرام لاؤ اسے ـ آج تو ساری رات اس معاملے کی نذر ہوتی نظر آتی ہے۔"

"او کے سر۔"

اکرام یہ کہہ کر باہر نکل گیا، لیکن جلد ہی اس کی واپسی ہو گئی ـ اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آ رہی تھی ـ

"کیا ہوا اکرام؟"

"فون کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔"

"کیا مطلب؟"

"جالی غائب ہے۔ دو نگران بے ہوش پڑے ہیں۔"

"کیا!!" ان کے منہ سے نکلا۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔

اُدھر کیا بنا

"پہلے ہم ابا جان کی ہدایت کے مطابق کوٹھی کے ارد گرد ایک چکر لگائیں گے۔ سیٹھ صاحب۔ آپ اور باقی لوگ آرام کریں۔ آپ کو ہمارے ساتھ جاگنے کی کوئی ضرورت نہیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" سیٹھ لیاقت بولے۔

"جی کیا مطلب۔ کیا نہیں ہو سکتا؟"

"آپ ہماری خاطر جاگیں۔ اپنی رات قربان کریں اور ہم سو جائیں۔"

"ہاں! اس لیے کہ آپ جاگ کر ہمارے کسی کام نہیں آ سکیں گے۔ جب کہ ہم آپ کے سوتے ہوئے بھی اپنا کام کرتے رہیں گے۔ بلکہ آپ کے سو جانے کی صورت میں، ہمارا کام اور آسان ہو جائے گا۔ آپ لوگ اپنے اپنے کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں اندر

سے بند کر لیں۔"

"اچھی بات ہے — اگر آپ یہی چاہتے ہیں تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔"

اور وہ اپنے اپنے کمرے میں چلے گئے — دروازے اندر سے بند کر لیے گئے — انھوں نے دروازے باہر سے بھی بند کر دیے —

"ہمارے پاس اگر تالے ہوتے تو ہم تالے بھی لگا دیتے — خیر — آؤ ذرا باہر کا ایک چکر لگا لیں۔" محمود بولا۔

تینوں کوٹھی سے باہر نکل آئے — کوٹھی کے چاروں طرف ایک خوب صورت باغ تھا — پہلے انھوں نے باغ کا چکر لگانا شروع کیا:

"رات کی رانی کی خوشبو کس قدر پیاری ہے — جی چاہتا ہے — اس کے پودے کے قریب بیٹھ کر ساری رات گزار دوں۔" فرزانہ بولی۔

"ضرور گزار دو — لیکن صبح ہونے پر ڈاکٹر کو بلا لینا، کیونکہ نمونیہ تو کہیں گیا نہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہو — یہ — یہ کیا پڑا ہے بھئی۔" محمود نے سرسراتی آواز میں کہا۔

باغ میں چند زیرو کے بلب روشن تھے — اور

ان کی روشنی بالکل ناکافی تھی — جب تک گھر کے افراد جاگتے رہتے تھے — اس وقت تک تو لالٹینیں روشن رہتی تھیں — لیکن سونے کے وقت بجھا دی جاتی تھیں اور صرف زیرو کے بلب روشن کر دیے جاتے تھے —

فاروق نے پنسل ٹارچ نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا — لیکن اس کی جیب سے بھلا فوراً کوئی چیز کیسے نکل سکتی تھی — پہلے لائٹر نکلا — پھر شیشے کی ایک نلی — اس کے بعد کہیں جا کر ٹارچ باہر آئی — اب جو اس نے ٹارچ روشن کی تو وہ دھک سے رہ گئے — وہاں کوئی شخص اوندھے منہ پڑا تھا —

"ارے باپ رے — یہ تو کسی کی لاش نظر آتی ہے۔" محمود اچھل پڑا —

"ل — لاش — ن — نہیں۔" فاروق ہکلانے لگا۔

"ہکلانے کی یہ بھونڈی ایکٹنگ چھوڑو — اسے سیدھا کرو — معلوم تو ہو — یہ کون ہے — اور زندہ ہے یا مر گیا ہے۔" محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"جسم ابھی اتنا سرد نہیں ہوا — ہو سکتا ہے، ابھی اس میں جان ہو۔" فرزانہ نے اسے چھو کر دیکھا —

فاروق نے اسے سیدھا کر دیا — اس کے چہرے پر

شدید تکلیف کے آثار تھے — گلے میں رسی کا ایک پھندا تھا:
"اُف مالک! اسے تو گلا گھونٹ کر مارا گیا ہے — یہ
ہے کون؟" محمود نے کانپ کر کہا۔
"پپ — پتا نہیں — پُوچھ کر بتاتا ہوں — اے بھائی،
کون ہو تم — اور یہاں مرے پڑے کیا کر رہے
ہو — مرنا تھا تو کوئی ڈھنگ کی جگہ تو تلاش کر لیتے
پہلے۔" فارُوق نے جلدی جلدی کہا۔
"یہ کیا بات ہوئی — اس جگہ میں کیا خرابی ہے۔"
"بھئی سردیوں میں حد درجے سرد جگہ تو ہے۔"
"لیکن مرنے کے بعد سردی گرمی کا احساس کہاں
رہ جاتا ہے۔"
"ہم وقت ضائع کر رہے ہیں — پہلے تو سیٹھ صاحب
اور ان کے گھر والوں کو بُلا کر لانا پڑے گا — تاکہ وُہ
بتا سکیں — یہ کون ہے — کہیں یہ ان کا ملازم نہ ہو۔"
"ضرور یہی بات ہو گی — آؤ۔" فارُوق نے فوراً کہا۔
"لیکن ہم میں سے کسی ایک کو تو لاش کے پاس
بھی ٹھہرنا چاہیے۔" محمود نے منہ بنایا۔
"ضرور ٹھہرنا چاہیے — اور ٹھہرنے کے لحاظ سے تم
سے زیادہ تجربہ کار کون ہو گا — لہٰذا تم ٹھہر جاؤ۔"

فاروق نے جلدی جلدی کہا۔
"لاش کے پاس میں اکیلا ٹھہر جاؤں۔" محمود گھبرا گیا۔
"اب یہ اُٹھ کر تمہیں کاٹ تو کھائے گا نہیں۔" فرزانہ نے
جھلّا کر کہا۔
"اچھا ٹھیک ہے — میں یہیں کھڑا ہوں — تم سیٹھ لیاقت
صاحب اور دوسروں کو بلا لاؤ۔"
"او کے۔" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔
پھر وہ اندر کی طرف لپکے — اندر پہنچ کر انھوں نے
پہلے سیٹھ لیاقت کے دروازے پر دستک دی — چند سیکنڈ
بعد ہی آواز سنائی دی:
"کون ہے — کیا بات ہے؟" ان کی آواز میں خوف تھا۔
"یہ ہم ہیں سیٹھ صاحب — فارُوق اور فرزانہ۔"
"خیریت تو ہے؟"
"جی — جی نہیں۔" فاروق بولا۔
"کیا فرمایا — جی نہیں — اس کا مطلب ہے — خیریت
نہیں ہے۔"
"ہمارے خیال میں تو نہیں ہے — ہاں! ہو سکتا ہے،
آپ کے خیال میں ہو۔" فاروق نے فوراً کہا۔
"کیا چیز؟" سیٹھ لیاقت بولے۔

"خیریت؟"

"ایک منٹ — پتا نہیں، آپ کیا کہ رہے ہیں — کیا میں دروازہ کھول دوں؟"

"ہاں ضرور — باہر کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"باہر کوئی خطرہ نہیں ہے تو پھر آپ نے مجھے کیوں جگایا؟" انھوں نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"خطرہ پہلے تھا — اب نہیں۔"

"اچھی بات ہے — میں دروازہ کھول رہا ہوں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا:

"آپ نہ تو خود سوئیں گے — نہ دوسروں کو سونے دیں گے۔" اس بار ان کے انداز میں کافی جھلاہٹ تھی۔

"جی ہاں! یہ تو ہے — ہم اس کھیل کے بہت ماہر کھلاڑی ہیں۔"

"کون سے کھیل کے؟" سیٹھ لیاقت نے منہ بنایا۔

"نہ سونے کے، نہ سونے دینے کے۔"

"اچھا خیر — فرمائیے — اب کیا بات ہے؟"

"آپ کو ہمارے ساتھ باغ میں چلنا ہو گا۔"

"اس وقت — پتا بھی ہے، وہاں کس قدر سردی ہوتی ہے۔" سیٹھ لیاقت بولے۔

"ہاں! پتا ہے — ہم وہیں سے ہو کر آ رہے ہیں۔ آخر ہم بھی تو انسان ہیں۔"

"میں نے کب کہا کہ آپ انسان نہیں ہیں۔" انھوں نے تلملا کر کہا۔

"شاید آپ نیند کی وجہ سے جھلاہٹ میں مبتلا ہو گئے ہیں — ورنہ آپ ایسے ہیں نہیں۔" فرزانہ نے نرم آواز میں کہا۔

انھیں ایک جھٹکا سا لگا — یوں جیسے ہوش میں آ گئے ہوں:

"معاف کیجیے گا — واقعی میرے حواس پر نیند سوار تھی — فرمائیے، کیا بات ہے؟"

"آپ کو ہمارے ساتھ باغ میں چلنا ہو گا۔"

"وہاں کیا ہے؟"

"چل کر دیکھ لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

انھوں نے اپنے اوپر ایک چادر ڈال لی — اور ان کے ساتھ باہر نکل آئے — یہاں تک کہ وہ محمود تک پہنچ گئے:

"ارے باپ رے — یہ — یہ کون کھڑا ہے؟"

"یہ تو خیر ہمارے بھائی ہیں — آپ کو ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں — ہاں! جو نیچے پڑے ہیں — ان سے آپ شوق سے ڈر سکتے ہیں — ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"نیچے پڑے ہیں — کون نیچے پڑے ہیں؟"

"آگے بڑھ کر دیکھ لیں۔"

جونہی وہ آگے بڑھے — ان کی نظریں لاش پر پڑیں، وہ زور سے اچھلے :

"ارے باپ رے — یہ — یہ — یہ کیا؟"

"یوں تو اسے لاش کہتے ہیں — ویسے یہ کون صاحب ہیں — یہ آپ بتائیں گے۔"

"مم — میں — میں کیسے بتاؤں؟"

"اسے غور سے دیکھ کر بتائیں — شاید یہ آپ کا ملازم ہے۔"

"ملازم — نن — نہیں تو — یہ ہمارا ملازم کیوں کر ہونے لگا۔" انھوں نے گھبرا کر کہا۔

"گویا آپ اسے نہیں جانتے؟"

"بالکل نہیں — میں تو زندگی میں پہلی بار اسے دیکھ رہا ہوں۔" وہ بولے۔

"پہلی اور آخری بار کہیے — اب یہ بے چارہ روز روز تو آپ کو نظر آنے کا نہیں۔"

"کیا آپ جانتے ہیں — یہ کون تھا؟"

"نہیں — اگر جانتے ہوتے تو آپ کو اندر ہی بتا دیتے کہ باہر فلاں کی لاش پڑی ہے۔"

"اسے تو شاید گلے میں پھندا ڈال کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

"یہ آپ نے بالکل درست اندازہ لگایا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں؟"

"جی نہیں تو — اڑانے کو ہمارے پاس اور بہت چیزیں ہیں۔"

"آپ گھر کے باقی افراد کو بھی اٹھا دیں — شاید ان میں سے کوئی اس شخص کو جانتا ہو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — جب میں نہیں جانتا — تو دوسرے کس طرح جانتے ہوں گے۔"

"آپ انھیں جگا دیں — ایسا ہو سکتا ہے۔"

جلد ہی وہاں شرافت، بیگم سیٹھ لیاقت اور گھر کے دونوں ملازم لائے گئے — سیٹھ لیاقت کے کوئی اولاد

نہیں تھی ۔

" ارے باپ رے ۔ یہ ۔ یہ کیا ۔ یہ تو لاش ہے۔" شرافت نے تھرتھر کانپتی آواز میں کہا۔

" تو ہم نے کب کہا ۔ یہ کسی چڑیا گھر کا بندر ہے۔" فاروق مسکرایا۔

" اُف مالک ۔ یہ ۔ یہ ہمارے گھر میں کیا ہو رہا ہے؟" شرافت نے کہا۔

" کوئی خوفناک کھیل۔" فاروق نے فوراً کہا۔

" یہ ۔ یہ ہے کون؟" بیگم لیاقت بولیں۔

" تو آپ لوگ بھی اسے نہیں جانتے ۔ اس کا مطلب ہے ۔ یہ پورے گھر کے لیے اجنبی ہے۔"

" ہاں ! ہم نے تو اسے کبھی نہیں دیکھا۔" سیٹھ لیاقت نے کہا۔

" اب انکل اکرام کو فون کرنا پڑے گا ۔ وہ ابا جان کے ساتھ دفتر میں ہوں گے۔"

" محمود ! تم یہاں ٹھہرو ۔ میں اندر جا کر فون کر آتا ہوں۔" فاروق نے کہا۔

" او کے ۔ اب تو ٹھہرنا ہی پڑے گا۔" محمود نے منہ بنا کر کہا۔

باقی لوگوں کو وہیں چھوڑ کر فاروق اندر کی طرف دوڑا ۔ اسے یوں محسوس ہوا ، جیسے کوئی اسے گھور رہا ہو ۔ وہ ٹھٹھک کر رک گیا ۔ اس نے چاروں طرف بغور دیکھا ، لیکن وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا ۔ اس نے ایک بار پھر نظریں دوڑائیں ۔ ایک دیوار پر ایک تصویر لگی تھی ۔ تصویر ایک ادھیڑ عمر آدمی کی تھی ۔ اسے یوں محسوس ہوا ، جیسے وہ تصویر اسے گھور رہی ہو ۔ وہ مسکرا کر آگے بڑھا اور فون تک پہنچ کر رک گیا ۔

دفتر کے نمبر ملتے ہی اس نے کہا :

" السلامُ علیکم ۔ فاروق بات کر رہا ہوں۔"

" تمہاری آواز میں حد درجے گھبراہٹ ہے ۔ خیر تو ہے؟"

" آپ کی ہدایت کے مطابق ہم کوٹھی کے اردگرد چکر لگا رہے تھے کہ باغ میں ایک عدد لاش سے ہماری مُلاقات ہو گئی۔"

" ارے باپ رے ۔ لاش کس کی ہے؟" انسپکٹر جمشید نے بوکھلا کر کہا۔

" گھر کا کوئی فرد اس کو نہیں پہچانتا۔"

"خیر — ہم آ رہے ہیں۔"

"اُدھر کیا بنا؟"

"یہاں سے جالی غائب ہے — ہمارے دو نگران یہاں بے ہوش پڑے پائے گئے ہیں — ان کے سروں پر کوئی وزنی چیز ماری گئی ہے۔"

"اوہ!" فاروق دھک سے رہ گیا —

کیس رے کیس

"پتا نہیں — کیا ہو رہا ہے — اُدھر سے جالی غائب ہے — گویا ہمیں جو فون کیا گیا تھا — وہ صرف اسی لیے کیا گیا تھا کہ ہم جالی کو بھول کر ادھر دوڑ لگا دیں اور ہمارے پیچھے جالی کو چھڑا لیا جائے — وقت بھی رات کا ہے — زیادہ عملہ تو اس وقت دفتر میں ہوتا نہیں — نہ یہ خیال تھا کہ اسے نکال لے جانے کا چکر چلایا جا رہا ہے — ورنہ حفاظت کا انتظام کر لیتے۔" — اب ادھر ایک عدد لاش ملی ہے۔"

"مطلب یہ کہ چکر گہرا ہوتا جا رہا ہے — اور جالی کے بارے میں آپ کا اندازہ بالکل درست تھا — وہ وہاں بلا وجہ نہیں کھڑا تھا — سیٹھ لیاقت کی تاک میں تھا۔" اکرام نے کہا۔

"ہاں بالکل! اس میں تو اب مجھے کوئی شک نہیں

ہے — سیٹھ لیاقت کو ہلاک کرنے کے لیے ہی وہ آیا
تھا ، لیکن بھئی — اس کے پستول میں صرف ایک گولی کیوں
تھی — یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

" اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہے — بلاوجہ
تو اس نے ایک گولی نہیں بھری ہو گی۔"

" اسی بنا پر میں کہہ رہا تھا کہ جالی بہت کچھ چھپا
رہا ہے — افسوس ! وہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔"

" خیر ! اس کی آپ فکر نہ کریں — اسے تو ہم بہت
جلد گرفتار کر لیں گے۔"

" اگر ایسا ہو جائے تو مزا آ جائے گا۔"

" تو پھر آپ سیٹھ لیاقت کی کوٹھی کی طرف جائیں —
میں اس کی تلاش میں نکلتا ہوں اور وائرلیس پر اپنے ماتحتوں
کو ہدایات دیتا ہوں۔"

" نہیں ! پہلے تم میرے ساتھ چلو — ہمیں یہ بھی تو
دیکھنا ہے کہ لاش کس کی ہے — پھر وہاں سے تم اس
کام کے لیے روانہ ہو سکتے ہو۔"

" او کے سر۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

دونوں سیٹھ لیاقت کی کوٹھی کے باہر پہنچ کر گاڑی
سے اُترے — محمود ، فاروق اور فرزانہ دوڑ کر ان کی

طرف آئے :

" لاش اس طرف ہے۔"

" جہاں جاتے ہو — ایک آدھ لاش برآمد کر لیتے
ہو۔" انسپکٹر جمشید نے بُرا سا منہ بنایا۔

" اس میں ہمارا کیا قصور ابا جان۔" فاروق نے منہ بنایا۔

" آخر اور لوگوں کو کیوں لاشیں نہیں ملتیں۔"

" اپنا اپنا کام ہے نا۔" فاروق بولا۔

" اچھا چلو — پہلے لاش کو تو دیکھ لیں۔"

وہ ان کے ساتھ لمبے لمبے ڈگ بھرتے آگے بڑھے ،
باقی لوگ ابھی تک باغ میں ہی تھے — اگرچہ سردی
شدید تھی — لیکن — انھیں تو شاید سردی کا احساس
تک نہیں رہ گیا تھا —

جونہی وہ لاش کے نزدیک پہنچے ، زور سے اُچھلے :

" اوہو — یہ کیا ؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

" جی کیا ہوا — یہی لاش دکھانے کے لیے تو آپ
کو بُلایا ہے۔"

" یہ — یہ جالی ہے۔"

" کیا !!!" وہ ایک ساتھ چلّائے۔

" ہاں ! یہ جالی کی لاش ہے — کسی نے وہ فون

اسی لیے کیا تھا کہ ہم ادھر دوڑے آئیں اور وہ جالی کو وہاں سے نکال لائے، لیکن اس کا یہاں کیا کام۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی" انسپکٹر جمشید نے جلدی جلدی کہا۔

"بلکہ یہ تو اس معاملے کی عجیب ترین بات ہے — جالی کی لاش کا یہاں کیا کام؟"

"ٹھہرو! پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اسے یہاں قتل کیا گیا ہے یا کہیں اور — دوسری بات یہ کہ جب ہمیں فون ملا، جالی اس وقت زندہ سلامت ہمارے پاس موجود تھا — ہم ادھر دوڑے آئے — اتنی ہی دیر میں کوئی نامعلوم آدمی اسے وہاں سے چھڑا کر اِدھر لے آیا — اور غالباً یہاں لاتے ہی اس کا کام تمام کر دیا — اس کا مطلب ہے — یہ اس شخص کے بارے میں بہت کچھ جانتا تھا جو سیٹھ لیاقت صاحب کو قتل کروانا چاہتا تھا — اسی لیے اس نے جالی کو ختم کر دیا — اب یہاں ایک اور سوال پیدا ہو گیا۔"

"ان سوالوں میں بس یہی بُری بات ہے — جب دیکھو، پیدا ہو جاتے ہیں" فاروق نے منہ بنایا۔

"حد ہو گئی — پہلے یہ تو سن لو — سوال پیدا کیا ہوا ہے" فرزانہ جھلا اُٹھی۔

"سوال یہ پیدا ہوا ہے کہ اگر وہ جالی جیسے شخص کو اتنے پُر اسرار انداز میں ختم کر سکتا ہے تو اسے جالی کی خدمات حاصل کرنے کی کیا ضرورت تھی — وہ خود بھی تو سیٹھ لیاقت صاحب کو ہلاک کرنے کا کام کر سکتا تھا۔"

"ہوں — بات تو بہت وزن دار ہے" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"خیر — جواب بھی میں ہی دے دیتا ہوں — اس وقت اسے خطرہ تھا کہ اگر اس نے یہ کام خود کیا تو کہیں کوئی سُراغ نہ چھوڑ دے، اور پولیس اس تک نہ پہنچ جائے — لہٰذا اس نے جالی سے یہ کام کرانا چاہا، لیکن جب جالی پکڑا گیا تو اسے فکر ہوئی — کہیں جالی اس کا نام نہ لے دے — لہٰذا اس نے اسے اغوا کیا اور ہلاک کر دیا — اب سوال صرف یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسے یہاں لا کر ختم کرنے کی کیا ضرورت تھی — جس گھر کے آدمی کو وہ ہلاک کرانا چاہتا تھا — کرائے کے قاتل کو وہیں لا کر اس نے ختم کر دیا۔"

"تاکہ شک سیٹھ لیاقت پر جائے — یعنی جالی کا قتل خود انھوں نے کیا ہے۔" فرزانہ بولی۔

"بہت خوب! لیکن پولیس بلا وجہ کسی پر شک نہیں کرتی اور جالی کو قتل کرنے کی سیٹھ لیاقت کے پاس کوئی وجہ نہیں — ہاں! اس شخص کے پاس وجہ ہے۔ جو انھیں قتل کرانا چاہتا تھا۔"

"اور وہ شخص ہے — منیر شیرازی۔" سیٹھ لیاقت نے فوراً کہا۔

"اس کا ارادہ ضرور یہ تھا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ اس معاملے میں اس کا ہاتھ ہو — بہر حال میں اسے بھی اچھی طرح چیک کروں گا — اکرام ماہرین کو بلاؤ — ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے — کہ اس کی موت یہیں واقع ہوئی ہے — یا مارا کہیں اور گیا ہے اور بعد میں یہاں لا کر پھینک دیا گیا۔"

"یہ بات بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی ہے — جب کہ جو کچھ ہوا ہے، ارے ہاں — سیٹھ صاحب — آپ رات دس بجے سے اب تک گھر میں ہی رہے ہیں نا — کہیں گئے تو نہیں تھے۔" انھوں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میں یہیں رہا ہوں — کہیں نہیں گیا۔"

"گھر کا کوئی اور فرد؟"

"یہاں اور فرد ہیں ہی کتنے — میری بیوی — میرا چھوٹا

بھائی شرافت اور دو ملازم — ہم سب گھر میں ہی رہے ہیں۔"

"میں خاص طور پر اس وقت کی بات کر رہا ہوں، جب ہم یہاں آئے تھے — کیا عین اس وقت کوئی باہر گیا تھا۔"

"نہیں جناب! ایسا نہیں ہوا — کوئی باہر نہیں گیا۔"

"کیا ہم آپ کے گھر کا جائزہ لے سکتے ہیں؟"

"ضرور — کیوں نہیں۔"

"اکرام — پوسٹ مارٹم والوں کو بھی فون کر دو — ہمیں جلد از جلد رپورٹ چاہیے — موت کا وقت بہت زیادہ اہم ہے — اگرچہ ہم جانتے ہیں — یہ اس آدھ گھنٹے کے دوران ہو گا — جب ہم دفتر سے سیٹھ لیاقت کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور یہاں پہنچے — اب یا تو اسے اغوا کرتے ہی ہلاک کر دیا گیا یا پھر یہاں لا کر ہلاک کیا گیا — سوال پھر بھی وہی زیادہ اہم ہے کہ یہاں لا کر کیوں ڈالا گیا — قاتل اس لاش کو کہیں اور بھی تو لے جا سکتا تھا — اس پہلو پر ہمیں غور کرنا ہے اور جلد از جلد کسی نتیجے پر پہنچنا ہے — ورنہ کہیں ..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"ورنہ کہیں کیا؟"

"ورنہ کہیں وہ کوئی اور وار نہ کر جائے — میرا مطلب ہے — سیٹھ لیاقت کو نشانہ نہ بنا ڈالے۔"

"ارے باپ رے — آپ تو مجھے ڈرائے دے رہے ہیں۔" وہ بولے۔

"جی نہیں — جو بات ہے ، بیان کر رہا ہوں۔"

اور پھر انھوں نے اپنا کام شروع کر دیا — ماہرین بھی آ گئے — گھاس پر سے کسی قسم کے نشانات ملنے کا تو سوال پیدا نہیں ہوتا تھا — لہٰذا کوئی سراغ نہ مل سکا — آخر کار لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دیا گیا — اب انھوں نے کوٹھی کے اندرونی حصے کا بھی جائزہ لیا — کوٹھی کا ایک تو مین دروازہ تھا — ایک دروازہ پچھلی طرف بھی تھا — اس دروازے میں اندر کی طرف تالا نہیں لگا ہوا تھا — صرف کنڈی لگی ہوئی تھی — گویا کوئی چپ چپاتے اس طرف سے باہر جا سکتا تھا اور اسی طرح خاموشی سے واپس آ سکتا تھا — لیکن گھر کے کسی فرد کو ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی تھی — ایسے میں انھیں دونوں ملازمین کا خیال آیا — وہ انھیں ایک کمرے میں لے آئے :

"آپ دونوں کے نام کیا ہیں؟"

"میں عامر ہوں اور یہ شاکر۔" ایک بولا۔

"آپ دونوں یہاں کب سے ملازم ہیں؟"

"تین چار سال سے۔"

"آپ کے خیال میں سیٹھ لیاقت کیسے آدمی ہیں؟"

"بہت بہترین — نرم دل — سخی اور ہمدرد۔" شاکر نے فوراً کہا۔

"مسٹر عامر! آپ کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"بالکل یہی۔" اس نے کہا۔

"دوسرے بھائی شرافت؟"

"وہ بھی بالکل ان جیسے ہیں۔"

"ان کی بیوی؟"

"وہ بھی بہت سیدھی سادی ہیں — کبھی کسی معاملے سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں — بس اپنے گھریلو معاملات سے انھیں تو دلچسپی ہے۔"

"رات کے وقت آج کوئی گھر سے باہر گیا ہے — پچھلے دروازے سے — اور پھر اسی راستے سے بالکل خاموشی سے واپس آیا ہے؟"

"جی — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"

"یہ ہمارا اندازہ ہے — جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔"

"تب یہ غلط ہی ہوگا — اس لیے کہ گھر کے کسی فرد کو بھلا باہر جانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"ویسے کوئی گھر کا فرد اگر چاہے — تو نہایت خاموشی سے پچھلے دروازے سے جا بھی سکتا تھا اور آ بھی سکتا تھا — کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔"

"ہاں! یہ بات کہی جا سکتی ہے، لیکن کسی کو ایسا کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔"

"یہ بعد کی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کوئی شخص سیٹھ لیاقت کو جان سے مار ڈالنا چاہتا ہے — آپ اندازہ لگا سکتے ہیں — وہ کون ہو سکتا ہے؟"

"نہیں — ہمارے خیال میں تو ایسا کوئی شخص نہیں ہے۔"

"جب کہ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس دنیا میں کم از کم ایک آدمی ایسا ضرور ہے۔ جو ان کی موت کا خواہش مند ہے اور وہ ہے منیر شیرازی — یعنی موجودہ گورنر کا سالا۔"

"اس کے بارے میں، ہمیں کچھ معلوم نہیں — ہم ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے — جن سے ہمارا کوئی تعلق نہ ہو۔"

"ہوں — سیٹھ لیاقت صاحب گھر کس وقت آتے ہیں؟"

"ایک بار وہ دن میں آتے ہیں — یعنی دوپہر ایک

بجے — چار گھنٹے تک وہ آرام کرتے ہیں، پھر پانچ بجے جاتے ہیں اور ٹھیک دس بجے واپس آتے ہیں۔"

"کیا یہ ان کا روز کا معمول ہے؟"

"ہاں! ایسا معمول کہ ایک منٹ کا بھی فرق نہیں پڑتا۔"

"اوہو اچھا — اور یہ معمول کتنے عرصے سے ہے؟"

"کئی سال سے۔"

"لیکن آپ کو کیا پتا — آپ تو تین سال سے یہاں ہیں۔"

"جی ہاں! لیکن گھر میں ہونے والی بات چیت سے بھی تو بہت سی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔"

"ہوں ٹھیک ہے — اچھا شکریہ — کوئی اور عجیب بات جو آپ بتانا چاہتے ہوں۔"

"جی ہاں! ہم آپ کو ایک عجیب بات ضرور بتا سکتے ہیں۔"

"اور وہ کیا؟"

"چند دن سے سیٹھ صاحب بہت زیادہ پریشان نظر آتے رہے ہیں — لیکن چونکہ ہم ملازم ہیں، پوچھ نہیں سکے۔" شاکر بولا۔

"اور کوئی بات؟"

"جی بس۔"

وہ باہر نکل آئے اور سیٹھ صاحب کے پاس پہنچے :

" آپ چند دنوں سے بہت زیادہ پریشان ہیں۔"

" ہاں ! اس میں کوئی شک نہیں۔"

" سوال یہ ہے کہ کیوں ؟"

" میری فیکٹری کے حسابات میں بہت بڑی گڑبڑ پائی گئی ہے ۔ میں اس گڑبڑ کا سراغ نہیں لگا سکا۔"

" آپ نے کسی اکاؤنٹنٹ کی خدمات کیوں حاصل نہیں کیں۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

" میں نے ایسا بھی کیا ہے ۔ لیکن وہ بھی کوئی سراغ نہیں لگا سکے۔"

" کیا مطلب ۔ کیا کوئی بھی یہ نہیں جان سکا کہ گڑبڑ کس نے کی ہے ؟"

" ہاں ! یہی بات ہے۔"

" لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے ۔ گڑبڑ کا اندازہ لگانا تو اکاؤنٹنٹوں کے لیے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوتا ہے ۔"

" ہاں ! لیکن وہ اس گڑبڑ کا کوئی سراغ نہیں لگا سکے، فیکٹری کے حسابات سے بہت بڑی رقم غائب ہے۔"

" آخر کتنی بڑی ؟"

" چار کروڑ کی۔"

" کمال ہے ۔ اتنی بڑی رقم کا سراغ نہ لگا سکے ۔ یہ تو ممکن ہی نہیں۔" وہ بولے ۔

" آپ صبح فیکٹری آ جائیں ۔ دو چار ماہرین کو بھی لے آئیں ۔ معلوم ہو جائے گا۔"

" ہاں ! یہ ٹھیک رہے گا ۔ ہم ضرور ایسا کریں گے ۔ بہرحال آپ کی پریشانی کی یہی وجہ ہے نا۔"

" ہاں ! بس یہی ہے۔" انھوں نے کہا اور سوچ میں ڈوب گئے ۔ وہ بھی سوچنے لگے ۔

دو گھنٹے بعد فون موصول ہوا :

" سر ۔ جالی کی موت رات ٹھیک ڈیڑھ بجے ہوئی ہے۔"

" ٹھیک ڈیڑھ بجے۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

" جی ہاں !" دوسری طرف سے کہا گیا ۔

" اچھا شکریہ !" انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ دیا، پھر ان سے بولے :

" میں اور اکرام دفتر سے ایک بج کر پندرہ منٹ پر روانہ ہوئے تھے ۔ عین اس وقت نگرانوں پر حملہ کیا گیا ۔ دفتر سے سیٹھ لیاقت کے گھر کا فاصلہ پندرہ منٹ کا ہے ۔ گویا اسے وہاں لے جا کر ہلاک کیا گیا ہے ۔ دفتر کے آس پاس ہلاک کر کے وہاں نہیں لے جایا گیا۔"

"ہاں! یہی بات ہے — لیکن سوال پھر اپنی جگہ ہے۔ کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی — اور اس نے جالی کو اپنے پستول میں صرف ایک گولی کیوں بھرنے کی ہدایت دی تھی؟"

"ان دونوں سوالات کے جوابات ہمارے پاس نہیں ہیں — نہ ہماری سمجھ میں آ رہے ہیں — اب ہم کیا کریں؟"

"کوئی بات نہیں — آ جائیں گے — ابھی تک ہم نے دونوں نگرانوں سے سوالات نہیں کیے — ان پر حملہ کس نے کیا تھا — شاید وہ کچھ بتا سکیں — اس وقت تو وہ بے ہوش تھے، لیکن اب تک تو وہ ضرور ہوش میں آ گئے ہوں گے۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"تو پھر چلیے۔"

وہ ہسپتال پہنچے — دونوں نگرانوں کو ابھی ابھی ہوش آیا تھا — انھیں دیکھ کر وہ اداس انداز میں مسکرائے:

"ہاں! کیا ہوا تھا بھئی؟"

"آپ فون سنتے ہی باہر کی طرف دوڑ پڑے — اور ہمیں اس کو بند کرنے کی ہدایت دے گئے — ہم اسے لے کر آپ کے کمرے سے نکلے ہی تھے کہ کسی نے ہمارے سروں پر وار کر دیا — یہ اس قدر اچانک ہوا کہ ہم

سنبھل نہ سکے۔"

"مطلب یہ کہ تم دونوں حملہ آور کو دیکھ بھی نہیں سکے۔" وہ مایوسانہ انداز میں بولے۔

"ہاں! نہیں دیکھ سکے — ہمیں حد درجے افسوس ہے، ہم نے ابھی ابھی سنا ہے — اس شخص کو وہاں سے اغوا کرنے کے بعد قتل کر دیا گیا۔"

"ہاں! وہ اس کیس میں کوئی اہم بات بتا سکتا تھا، شاید اسے اس شخص کا نام معلوم تھا — جو سیٹھ لیاقت کو قتل کرنا چاہتا تھا۔"

"سیٹھ لیاقت کو تو صرف اور صرف منیر شیرازی قتل کرنا چاہتا ہے سر۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"کیا مطلب — تمھیں یہ بات کس طرح معلوم ہے؟"

"اس طرح کہ ہم سیٹھ لیاقت کی پارٹی کے حالات سے بہت اچھی طرح واقف ہیں — اور الیکشن کے دوران تو ہم نے انھیں بہت نزدیک سے دیکھا ہے — وہ منیر شیرازی کے خلاف بہت کام کرتے رہے ہیں۔"

"لیکن تم ان کے نزدیک کس طرح ہوتے؟" انسپکٹر جمشید نے انھیں گھورا۔

"جس سیاسی جماعت کا ساتھ سیٹھ لیاقت نے دیا تھا،

ہم اس جماعت سے بہت ہمدردی رکھتے ہیں۔"

"کیا تم دونوں باقاعدہ اس کے ممبر ہو؟"

"جی نہیں — سرکاری ملازم ہونے کی وجہ سے ہم باقاعدہ ممبر نہیں ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے — تم دونوں سیٹھ لیاقت کے بھی ہمدرد ہو؟"

"جی ہاں! کیوں نہیں۔"

"اور کوئی سیٹھ لیاقت کو جالی کے ذریعے ہلاک کروانا تھا — جالی پکڑا گیا — لیکن تم دونوں کی کوتاہی سے اسے اغوا کر لیا گیا — گویا ایک بار پھر جالی کو موقع مل گیا تھا کہ وہ سیٹھ لیاقت کو قتل کر سکتا — لیکن ایسا ہونے کی بجائے — خود اسے ہلاک کر دیا گیا — اس بات پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہو؟"

"یہ معاملہ ہمارے لیے بھی حد درجے عجیب ہے سر۔"

"اچھا خیر — تم دونوں آرام کرو — تمھارے زخموں کا کیا حال ہے؟"

"درد ابھی بہت ہے۔"

"انھوں نے سروں پر کیا چیز ماری تھی؟"

"ہم تو دیکھ ہی نہیں سکے۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ انسپکٹر جمشید نے باہر آنے کے بعد اکرام سے کہا:

"مجھے ان دونوں پر شک ہو چلا ہے — جالی کے یہاں سے فرار میں ان دونوں کا ہاتھ لگتا ہے — اور یہ سیٹھ لیاقت کے ہمدرد ہیں۔"

"لیکن جالی تو سیٹھ لیاقت کو ہلاک کرنا چاہتا تھا — اگر یہ سیٹھ لیاقت کے ہمدرد ہیں تو پھر اس کو رہا کرنے میں ان کا ہاتھ کس طرح ہو سکتا ہے۔"

"بظاہر یہ بات عجیب ضرور ہے — لیکن ہو سکتا ہے — اپنے قتل کا ڈراما خود سیٹھ لیاقت رچانا چاہتے ہوں — ان کی فیکٹری میں بہت بڑی گڑبڑ ہے۔"

"کیس بہت اُلجھ گیا ہے — کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔" محمود نے کہا۔

"آ جائے گا آہستہ آہستہ — اکرام تم ان کی نگرانی شروع کرا دو — سیٹھ لیاقت کی نگرانی پر بھی دو آدمی مقرر کر دو۔"

"بہت بہتر سر۔"

"صبح ہم اس کی فیکٹری کا جائزہ لیں گے اور دیکھیں گے کہ گڑبڑ کہاں ہے۔"

"لیکن ابّا جان ! جس گڑ بڑ کا اندازہ اکاؤنٹنٹ نہیں لگا سکے۔ آپ کیسے لگا لیں گے ؟"

"بھئی میں اپنے ساتھ دو چار ماہرین کو لے کر جاؤں گا، تاکہ معلوم ہو۔ گڑ بڑ کس نے کی ہے ؟"

"تو پھر کیوں نہ اب ہم بھی ذرا آرام کر لیں۔ ساری رات تو بیت گئی ہے۔ اِدھر اُدھر بھاگ دوڑ کرتے۔ اور دوسروں کو جگاتے۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ لیکن اس دوران تم تینوں ذہن ضرور دوڑاتے رہنا۔ یہ کیس سُراغرسانی کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔"

"لیکن ہم غور کس پہلو پر کریں۔ اس کی تو کوئی کل سیدھی نہیں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"چند ایک پہلوؤں پر۔ مجرم نے جالی کو پستول میں صرف ایک گولی بھرنے کی ہدایت کیوں کی تھی۔ دوسری بات، جالی کو ہمارے دفتر سے اغوا کر کے آخر سیٹھ لیاقت کے باغ میں کیوں ہلاک کیا گیا۔ کہیں اور بھی تو ہلاک کیا جا سکتا تھا۔ تیسری بات، فیکٹری میں گڑ بڑ کون کر سکتا ہے۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ کر لیں گے ان پر غور۔"

"مجھے ایک بات یاد آ رہی ہے سر۔" ایسے میں اکرام نے پُرجوش انداز میں کہا۔

"خُدا کا شکر ہے۔ تمھیں بھی کوئی بات یاد آئی۔" وہ مسکرائے۔

"جس وقت میں راؤنڈ پر سیٹھ لیاقت کی کوٹھی کے سامنے سے گزرنے لگا تو اس سے پہلے کچھ فاصلے پر میں نے ایک کار بھی کھڑی دیکھی تھی۔ اس میں ڈرائیور بھی تھا، میرے ذہن میں اسے چیک کرنے کا خیال آیا تھا، لیکن پھر میں یہ سوچ کر گزر گیا کہ کوئی شخص اپنی کار میں کسی سے ملنے آیا ہو گا۔ اب ڈرائیور اس میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ لیکن جب میں نے جالی سے پوچھ کچھ شروع کی تو وہ گاڑی سٹارٹ ہو گئی اور وہاں سے چلی گئی۔"

"اوہ ! یہ بات تو کافی اہم ہے۔" انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا۔

گڑبڑ

وہ گھر پہنچے — محمود نے گھنٹی بجائی — بیگم جمشید نے ایک منٹ بعد ہی دروازہ کھول دیا اور ناخوش گوار انداز میں بولیں :

"حیرت ہے — آپ لوگوں کی واپسی صبح سے پہلے ہو گئی "

"کوشش تو بہت کی تھی — کہ صبح ہونے پر ہی واپسی ہو ، تاکہ تمھیں جگانا نہ پڑے ، لیکن کام کچھ پہلے ختم ہو گیا "

"یعنی کیس ختم ہو گیا "

"نہیں — کیس تو ختم نہیں ہوا — لیکن اب اس پر مزید کام صبح ہی ہو سکے گا "

"چلیے خیر — آپ کو دو تین گھنٹے سونے کے لیے مل گئے ، کھانا گرم کروں — آپ نے کہیں کھایا تو ہرگز نہیں ہو گا ؟"

"یہ ٹھیک ہے — کہ ہم نے کھانا نہیں کھایا — مگر کس وقت کا — رات کا کھانا تو ہم نے ساتھ کھایا تھا — اور

ابھی دن نہیں نکلا — کیا ہم رات کے دوران بھی کھانے کے عادی ہیں ؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔

"اوہ ! میں شاید نیند میں ہوں ، دوسرے یہ کہ یہ میری عادت بن چکی ہے — آپ جب بھی آتے ہیں — میں یہ ضرور پوچھتی ہوں — کھانا گرم کروں "

"خیر کوئی بات نہیں — تم کھانا گرم کر ہی لو " انسپکٹر جمشید مسکرائے —

"کیا مطلب — یہ کھانے کا کون سا وقت ہے ؟"

"دوڑ دھوپ کرنے سے بھوک لگ گئی ہے — کیوں بھئی ، تم کیا کہتے ہو ؟"

"ہماری بھوک تو چمک گئی ہے "

"آئیے — ابھی کھانا لاتی ہوں "

وہ اندر داخل ہوئے — کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اپنے کمروں کا رُخ کیا — اور نیند آنے تک اس کیس کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتے رہے —

صبح ناشتے کے بعد گھر سے نکلے — اس روز انھیں سکول نہیں جانا تھا — اور انسپکٹر جمشید کے لیے دفتر میں حاضری دینا ضروری نہیں تھا — لہٰذا وہ سیدھے سیٹھ لیاقت کی فیکٹری پہنچ گئے — ماہرین کو وہ پہلے ہی فون کر چکے تھے — اور

وہ ان سے بھی پہلے وہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ سب سیٹھ لیاقت کے دفتر میں جمع تھے:

"فرمائیے! آپ نے ہمیں کس لیے بلایا؟"

"اس فیکٹری کے حسابات میں چار کروڑ روپے کی گڑبڑ ہے۔ اس گڑبڑ کا سراغ اکاؤنٹنٹ صاحبان نہیں لگا سکے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"میں نے بھی ان سے یہی بات کہی تھی۔ انھوں نے مجھے چیلنج کر دیا کہ میں چند ماہرین کو لے کر آ جاؤں اور گڑبڑ کا پتا لگا لوں۔"

"اوہ! یہ کیا مشکل ہے۔ ہمارے سامنے حسابات کے کھاتے رکھ دیں۔ اور دوسرے تمام کاغذات، چیک بکیں وغیرہ، ہم ابھی ایک دو گھنٹے میں ساری بات بتا دیں گے۔ کہ گڑبڑ کہاں ہے، کس نے کی ہے اور کیسے کی ہے۔"

"بہت خوب! ابھی لیجیے۔"

ان کے سامنے تمام چیزیں رکھ دی گئیں۔ اور وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ ایک گھنٹے بعد انھوں نے ان کے چہروں پر شدید الجھن کے آثار دیکھے اور دو گھنٹے بعد تو وہ پسینے پسینے ہو گئے۔ آخر انھوں نے ہاتھ پیر ڈھیلے چھوڑ دیے۔ قلم رکھ دیے۔

"کیا ہوا، خیر تو ہے؟"

"نن۔ نہیں۔ حساب کتاب میں چار کروڑ کا فرق ہے، لیکن ہم اس فرق کا اندازہ نہیں لگا سکے۔ کہ وہ کیسے کیا گیا، کہاں کیا گیا اور کس نے کیا۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔ آخر اس بات کا پتا لگانا مشکل کیوں ہے۔ جب کہ ایسے کام آپ کے بائیں ہاتھ کے ہوتے ہیں۔"

"گڑبڑ کرنے والا شاید ہم سے بڑا حساب دان ہے۔ حسابات سے صرف یہ بات جانی جا سکتی ہے کہ چار کروڑ کا غبن کیا گیا ہے۔ لیکن غبن کس نے اور کیسے کیا۔ یہ اندازہ نہیں ہو رہا۔ اس کا ذمے دار ہم صرف اور صرف ایک شخص کو قرار دے سکتے ہیں۔"

"اور وہ کون؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"شرافت صاحب کو۔ یعنی سیٹھ لیاقت صاحب کے چھوٹے بھائی کو۔ لیکن انھیں غبن کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ یہ تو ان کی اپنی فیکٹری ہے۔"

"لیکن شرافت صاحب پر آپ یہ الزام کس طرح عاید کر سکتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہاں کے تمام معاملات انھی کے ہاتھ میں ہیں۔ سیٹھ

لیاقت تو صرف دستخط کرتے ہیں — چیکوں پر بھی ان کے
ہی دستخط ہوتے ہیں — لیکن جب شرافت میاں چیک بک
سامنے رکھ کر دستخط کراتے ہیں تو وہ یہ نہیں دیکھتے کہ
کتنے کے چیک پر دستخط کرائے جا رہے ہیں اور کیوں
کرائے جا رہے ہیں — انھیں اپنے بھائی پر اندھا اعتماد
ہے — اب اگر یہ کام شرافت صاحب کا ہے — تب
تو ان کے لیے یہ ذرا بھی مشکل نہیں تھا — یا پھر یہ کام
خود سیٹھ لیاقت صاحب کا ہے تو ان کے لیے بھی یہ
کام بالکل مشکل نہیں تھا — لیکن ان کے علاوہ اور کوئی
بھی اتنا بڑا غبن نہیں کر سکتا تھا۔"

"سوال یہ ہے کہ یہ دونوں اپنی ہی فیکٹری میں غبن
کیوں کرنے لگے؟"

"اسی لیے تو اب تک اس مسئلے کا کوئی نہیں نکل سکا،
آخر ہم گڑبڑ ثابت کریں تو کس طرح — چیکوں پر دستخط
کرائے گئے — رقوم بنکوں سے نکلوائی گئیں — ان کا اندراج
بھی موجود ہے — اس طرح چار کروڑ غائب نہیں ہو سکتے
لیکن غائب ہیں — یہ ایک ایسی بات ہے — جس پر ہم
جتنا بھی حیران ہوں کم ہے — رقم کس طرح غائب کی
گئی — یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔" ایک اکاؤنٹنٹ نے

جلدی جلدی کہا۔

"اگر اخراجات کیے گئے اور ان کا اندراج بھی ہے تو
چار کروڑ کم کس طرح ہیں — اس کی وضاحت کریں ذرا۔"
انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس کی وضاحت اگر ہم کر سکتے ہیں تو پھر یہ کہنے کی
کیا ضرورت تھی کہ ہم غبن کا سراغ نہیں لگا سکے۔" وہ بولے۔

"اس کا مطلب ہے — یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ چار
کروڑ کہاں گئے؟"

"ہاں! دیکھیے میں اور وضاحت کرتا ہوں — آپ فیکٹری
کا مال فروخت کرتے ہیں، آپ کو نقد رقم یا ڈرافٹ
وغیرہ کی صورت میں اس کی قیمت ملتی ہے — آپ وہ
رقم یا ڈرافٹ بنک میں جمع کرا دیتے ہیں — جو اخراجات
ہوتے ہیں — اس بنک کے چیکوں کے ذریعے کیے جاتے
ہیں اب اس سارے چکر میں رقم غائب نہیں ہو سکتی —
لیکن ہوئی ہے — کہاں اور کیسے — ہم نہیں جان پاتے۔"

"لیکن میں اس کا سراغ لگاؤں گا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیسے لگائیں گے — آپ تو اکاؤنٹنٹ بھی نہیں ہیں —
ہم چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ہوتے ہوئے سراغ نہیں لگا سکے۔"

"اس فیکٹری میں جرم کیا گیا ہے — اور جرم کا سراغ

لگانا ہمارا کام ہے — سوال یہ ہے کہ کاغذات میں حسابات پورے ہیں — تو پھر یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ چار کروڑ کا فرق ہے؟"

"ہاں! یہ بات سب سے اہم ہے — فیکٹری کا سالانہ منافع دس کروڑ کے قریب ہے، لیکن اس سال منافع صرف چھے کروڑ روپے ہوا ہے — جب کہ پچھلے سال جتنا ہی مال تیار ہوا — مال کے نرخ بھی وہی تھے — مال فروخت بھی اتنا ہی ہوا — لیکن منافعے میں چار کروڑ کی کمی ہو گئی ہے — آخر کیوں؟"

"ہاں! بات سمجھ میں آتی ہے — ایسا ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آخر کیسے؟"

"اخراجات زیادہ ثابت کر کے — مثلاً انھوں نے روئی خریدی ایک کروڑ کی — لیکن ظاہر کی گئی دو کروڑ کی۔"

"یہ بات بھی نہیں ہے — اس لیے کہ جتنی خریداری ہوئی ہے، اتنی ہی لکھی گئی ہے۔"

"میں سمجھ گیا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اب — آپ کیا سمجھ گئے؟" وہ سب حیران ہو کر ایک ساتھ بولے —

"فرض کریں — کسی ڈیلر کو ہم نے مال دیا — ایک کروڑ روپے کا — لیکن کاغذات میں دکھایا نصف کروڑ کا مال دیا گیا — اب یہ پچاس لاکھ تو اُوپر کے اُوپر جیب میں چلے جائیں گے نا۔"

"ارے ہاں! یہ — یہ ہو سکتا ہے۔" ایک اکاؤنٹنٹ نے حیران ہو کر کہا۔

"لیکن جناب: مال تو اتنا ہی بنا — جتنا کہ پچھلے سال بنا تھا — اور اتنا ہی فروخت ہوا، جتنا پچھلے سال ہوا تھا۔" دوسرے اکاؤنٹنٹ نے کہا۔

"لیکن مال ڈیڑھ گنا تیار کرایا گیا — اور کاغذات میں اتنا ہی لکھا گیا — جتنا کہ پچھلے سال تیار ہوا تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ڈیڑھ گنا کس طرح تیار کرا لیا گیا — جب کہ خام مال اتنا ہی خریدا گیا۔"

انسپکٹر جمشید یہ سُن کر ہنسے، پھر بولے:

"کسی نے خام مال اپنی جیب سے خفیہ طور پر خریدا — اس طرح ڈیڑھ گنا مال تیار ہوا — اس کی تیاری میں چار کروڑ زیادہ خرچ ہوئے — اور زائد مال اوپر سے اوپر بیچ دیا گیا — اس طرح کسی نے چار کروڑ زائد

کما لیے اور خرچ فیکٹری کا ہوا — اسے صرف خام مال خریدنا پڑا — اب چونکہ خام مال زیادہ تھا، اس پر اخراجات زیادہ آئے — چار کروڑ کے قریب اخراجات زیادہ آئے — لیکن مال فیکٹری کے کاغذات کے حسابات سے اتنا ہی تیار ہوا جتنا پچھلے سال تیار ہوا تھا۔"

"اُف مالک! یہ میں کیا سُن رہا ہوں۔" سیٹھ لیاقت نے کانپ کر کہا۔

"کیوں جناب! کیا ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"یہ ابھی تک چیک نہیں کیا گیا کہ پچھلے سال کی نسبت اخراجات کتنے زیادہ ہوئے ہیں۔"

"تو ابھی چیک کر لیتے ہیں۔"

اور جب اخراجات چیک کیے گئے تو ان میں بہت فرق نکلا — لیکن چونکہ پچھلے سال سے ان کا فرق نہیں دیکھا گیا تھا — اس لیے معاملہ صاف نہیں ہو سکا تھا —

"یہ بات تو معلوم ہو گئی کہ کسی نے زائد مال تیار کرایا اور خفیہ طور پر فروخت کر دیا — اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کس نے کیا؟"

"شرافت صاحب نے۔" فیکٹری کے مینجر نے کہا۔

"بالکل غلط — شرافت کو ایسا کرنے کی ضرورت نہیں تھی — وہ تو خود اس فیکٹری کا مالک ہے — میں اور وہ دونوں ہی اس کے مالک ہیں — اور سارا حساب کتاب اس کے ہاتھ میں رہتا ہے — اخراجات کے لیے اُلٹا مجھے اس سے رقم لینا پڑتی ہے — جب یہ ہر چیز کا پہلے ہی مالک ہے تو اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی — کیوں شرافت؟"

"میں اس بارے میں کچھ نہیں کہوں گا بھائی جان، اگر فیکٹری میں میں نے کوئی گڑبڑ کی ہے تو پھر تو کسی کو بھی اعتراض نہیں ہونا چاہیے تھا — اس لیے کہ میں اس فیکٹری کے نصف کا مالک ہوں۔" شرافت نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں! بالکل ٹھیک — اب سوال یہ ہے کہ ایسا کس نے کیا؟" سیٹھ لیاقت بولے۔

"آپ نے — اور صرف آپ نے۔" شرافت نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"کیا کہا — میں نے — یہ سب کام میں نے کیا ہے؟" سیٹھ لیاقت بولے۔

"ہاں! آپ نے — کیونکہ یہ کام صرف اور صرف آپ کر سکتے تھے — آپ کے علاوہ کوئی بھی کرتا —

اس کی چوری پکڑی جاتی — لیکن آپ کی چوری کوئی
کس طرح پکڑ سکتا تھا — لہٰذا یہ کام صرف اور صرف
آپ کا ہے — اگر نہیں تو آپ بتا دیں — یہ کام کس
کا ہو سکتا ہے۔" شرافت نے تیز لہجے میں کہا۔

"اُف میرے مالک — آج یہ دن بھی دیکھنا تھا — کہ میرا
چھوٹا بھائی مجھ پر ہی الزام عاید کر رہا ہے — لیکن میرے
بھائی — ذرا یہ تو بتا دو — میں ایسا کس لیے کرتا —
کس کے لیے کرتا — آخر ہمیں کس بات کی کمی ہے، ہمارے
گھر میں کیا نہیں ہے۔"

"فیکٹری کا مینجر اس بات کی گواہی دینے کے لیے تیار
ہے — کہ خام مال آپ کے اشارے پر زیادہ خریدا گیا
اور اس کی قیمت ذاتی اکاؤنٹ سے دی گئی اور وہ ذاتی
اکاؤنٹ آپ کا اپنا تھا۔"

"نن — نہیں — نہیں۔" سیٹھ لیاقت چلّائے۔

"کیا مطلب — آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں بھائی جان کی وجہ سے چُپ تھا — ورنہ گڑبڑ کا
پتا تو ہم نے بہت پہلے لگا لیا تھا — ان کے اکاؤنٹنٹ
ان کی غلطی پکڑنے کے لیے تیار نہیں تھے — ورنہ جانتے
وہ بھی یہ تھے کہ یہ ساری گڑبڑ ان کی اپنی پیدا کردہ ہے۔"

شرافت نے جلدی جلدی کہا۔

"اور انھیں ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ بات میری سمجھ میں بھی نہیں آئی۔"

انھوں نے سیٹھ لیاقت کی طرف دیکھا — وہ اس
طرح منہ کھولے بیٹھے تھے جیسے دُنیا کا آٹھواں عجوبہ دیکھ
لیا ہو —

کیا!!!

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے ۔ آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"سیٹھ صاحب! آپ نے اپنے بھائی کے الزام کا کوئی جواب نہیں دیا۔"

"اب جواب دینے کے لیے رہ ہی کیا گیا ہے ۔ میں یہ الزامات درست تسلیم کرتا ہوں ۔ فیکٹری میں گڑبڑ میں نے خود کی ہے۔"

"لیکن کیوں ۔ آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"مجھے جوا کھیلنے کی عادت ہے ۔ بہت بڑا جوا کھیلتا ہوں ۔ بڑی بڑی رقمیں ہارتا ہوں ۔ لہٰذا رقموں کی ضرورت رہتی ہے ۔ اپنے بھائی سے اس بات کو چھپائے رکھنا چاہتا تھا ۔ لہٰذا میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ۔ لیکن انسپکٹر جمشید! آپ بھی کمال کے آدمی ہیں ۔ اکاؤنٹنٹ میری

اس غلطی کو یا تو پکڑ نہیں سکے یا بات سمجھ کر گول کر گئے ۔ آپ نے فوراً سب کچھ کھول کر رکھ دیا ۔ اب میں حاضر ہوں ۔ شرافت اگر مجھے گرفتار کرانا چاہے تو بھی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا ۔ اور اگر یہ مجھے معاف کر دیں تو یہ ان کی مہربانی ہو گی ۔ اگر فیکٹری سے مجھے حساب کتاب دینا پسند کریں تو بھی ٹھیک ہے ۔ یعنی مجھے الگ کرنا پسند کریں ۔ اور اگر اسی طرح فیکٹری کو چلنے دیں تو یہ ان کی مرضی۔"

"نہیں! اب ہم ایک ساتھ نہیں رہیں گے ۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آپ اس حد تک چلے جائیں گے ۔ آپ نے تو میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے ۔ میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ گیا۔"

"ٹھیک ہے ۔ جو تم پسند کرو۔"

"اپنا حصہ جو بنتا ہے ۔ اس میں سے چار کروڑ کاٹ کر لے لیں اور فیکٹری سے الگ ہو جائیں۔"

"اچھی بات ہے ۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔"

"گویا آپ ان پر کیس نہیں کریں گے۔"

"نہیں ۔ اس طرح اور بدنامی ہو گی۔" شرافت نے کہا۔

"میرا بھائی کتنا اچھا ہے ۔ اور میں ۔ میں کتنا برا ہوں۔"

"اور آپ نے ہی اپنے بھائی کو ہلاک کروانا چاہا تھا۔ یہ بات بھی ٹھیک ہے نا۔" اکرام نے پُر زور لہجے میں کہا۔

"یہ کیا کہ رہے ہو اکرام؟" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں! یہ بھی سچ ہے — یہ میں ہی تھا — جس نے اپنے بھائی کے قتل کا پروگرام بنایا — تاکہ ساری فیکٹری میرے قبضے میں آ جائے۔" اس نے دُکھ بھرے انداز میں کہا۔

"سر — یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔" فیکٹری مینجر نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"کبھی کبھی انسان بالکل گر جاتا ہے — اور میں بھی بالکل ہی گر گیا — اب تو میں اپنی نظروں میں گر گیا ہوں — بہتر ہو گا — مجھے آپ گرفتار کر لیں — فیکٹری کا معاملہ ذاتی ہو سکتا ہے — لیکن قتل کا معاملہ تو ذاتی نہیں ہو سکتا۔"

"بھائی جان! آپ ہوش میں تو ہیں نا۔" شرافت بوکھلا کر بولا۔

"آج ہی تو ہوش میں آیا ہوں — بے ہوش تو پہلے رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اب آپ کو گرفتار کرنا پڑ گیا، لیکن اس معاملے میں چند اُلجھنیں ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اُلجھنیں — کیسی اُلجھنیں؟" سیٹھ لیاقت نے کہا۔

"آپ نے جالی کو اپنے بھائی کے قتل پر مقرر کیا تھا — کیا آپ نے خود اس سے یہ کہا تھا کہ پستول میں صرف ایک گولی بھرنی ہے۔"

"نہیں! میں نے اسے ایسی کوئی ہدایت نہیں دی۔" اس نے کہا۔

"کیا دس بجے کے بعد شرافت کا گھر سے باہر کہیں جانے کا پروگرام ہوتا ہے؟"

"نہیں تو۔" سیٹھ لیاقت نے کہا۔

"تب پھر — جالی باہر کھڑے رہ کر کیا کر لیتا۔"

"میں نہیں جانتا — وہ اپنا کام کس طرح کرتا۔"

"آپ کچھ چھپا رہے ہیں۔"

"میں بتاؤں — ساری بات آپ کو۔" شرافت نے فوراً کہا۔

"ضرور! اگر آپ ہماری معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں تو یہ بات ہمارے لیے خوشی کی ہو گی۔"

"اچھا تو سُنیے — میں نے ان کی باتیں سُن لی تھیں، انھوں نے ایک ہوٹل کے کمرے میں جالی سے ملاقات کی تھی۔" شرافت نے کہا۔

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"جی ہاں! انھوں نے جالی کو ہدایات دی تھیں کہ

سیٹھ یاقت ٹھیک دس بجے اپنے گھر آتے ہیں۔ گھر آ کر
وہ دروازے پر دستک دیتے ہیں۔ اور دروازہ کھولا جاتا
ہے۔ یہ جانتے ہیں۔ دروازہ ہمیشہ میں کھولتا ہوں۔
انھوں نے جالی کو یہ ہدایت بھی دی کہ پستول میں
صرف ایک گولی بھری جائے۔ اور جب دروازہ کھلے۔
عین اس وقت گولی چلائی جائے۔ اب دیکھیے۔ انھیں
تو معلوم ہے کہ گولی چلے گی۔ لہٰذا ادھر دروازہ کھلتا،
ادھر یہ نیچے بیٹھ جاتے۔ اور نشانہ میں بن جاتا اور
اس طرح ان پر کوئی الزام بھی نہ لگ پاتا۔ کیونکہ یہ
سب کچھ ایک ساتھ ہوتا۔ اور گھر والے بھی اس سارے
واقعے کی گواہی دیتے۔"

"لیکن اس کیس میں ایک اُلجھن اور ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وُہ کیا؟"

"یہ کہ۔ سیٹھ صاحب کے گھر سے قدرے فاصلے پر
ایک کار کھڑی تھی۔ سب انسپکٹر اکرام کو رُکتے دیکھ کر
وہ کار وہاں سے چلی گئی۔"

"ہاں یاد آیا۔ انھوں نے جالی کو بتایا تھا کہ وہاں
قریب ہی ایک کار پہلے بالکل تیار کھڑی ہو گی۔ اس
میں ڈرائیور موجود ہو گا۔ اور وُہ کار اسے لے کر ایرپورٹ

تک جائے گی۔ وہاں اس کی برطانیہ کے لیے پرواز
تیار ہو گی۔ برطانیہ کے بنک میں پہلے ہی اس کے
لیے ایک بڑی رقم سے اکاؤنٹ کھلوا دیا گیا ہے۔
لہٰذا وہ وہاں جا کر عیش سے رہ سکے گا۔ یہ تھا ان
کا منصوبہ۔ لیکن مجھے چونکہ پہلے ہی ان پر شک ہو گیا
تھا اور میں نے ان کی نگرانی شروع کر رکھی تھی۔ اس
لیے میں تعاقب کرتا ہوا ہوٹل تک چلا گیا۔ اب چونکہ
مجھے پہلے ہی سارے پروگرام کا علم ہو گیا تھا۔ اس
لیے میں پوری طرح خبردار تھا اور چھت پر چڑھا سب
کچھ دیکھ رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ پولیس جالی
کو لے گئی ہے تو میں دل میں ہنس دیا اور ان کے
گھنٹی بجانے پر دروازہ کھول دیا۔ یہ ہے کُل داستان۔"

"لیکن پھر آپ اب تک خاموش کیوں رہے؟"

"میں تیل دیکھ رہا تھا اور تیل کی دھار دیکھ رہا
تھا۔ دیکھ رہا تھا کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ اب کیا کیا
پینترے بدلتے ہیں۔ لیکن آپ لوگوں کی وجہ سے ان
کے سارے پینترے بدل گئے۔"

یہاں تک کہہ کر شرافت خاموش ہو گیا۔

"آپ نے اپنے بھائی کا بیان سُنا؟" انسپکٹر جمشید نے

اس کی طرف دیکھا۔

"جی ہاں! بالکل سُنا۔" سیٹھ لیاقت نے کہا۔

"آپ کو اس بیان کے بارے میں کچھ کہنا ہے — اگر یہ بیان غلط ہے تو آپ بتا سکتے ہیں۔"

"نہیں — یہ بیان سو فی صد درست ہے — مجھے آج معلوم ہو گیا ہے — میں کس قدر گھٹیا انسان ہوں۔"

"افسوس! آپ نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری۔ اب ہم کیا کر سکتے ہیں — پھر بھی آپ اپنے وکیل کو فون کر سکتے ہیں — وہ آپ کی وکالت کریں گے۔"

"نہیں! اس کی ضرورت نہیں — میں کوئی وکیل نہیں کروں گا — جب میں اپنے جرم کا اقرار کر رہا ہوں تو پھر وکیل کس لیے کروں — ادھر مجھے عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ ادھر میں جرم کا اقرار کر لوں گا۔"

"آپ نے اپنی بیوی کے بارے میں کیا فیصلہ کیا؟"

"کس بارے میں؟"

"آخر اس فیکٹری میں آپ کا حصّہ ہے۔"

"میرا کوئی حصّہ بنا تو میرا بھائی میری بیوی کو دے دے گا — ورنہ نہیں۔"

"اکرام — ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دو۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا۔

اور پھر سیٹھ لیاقت کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی گئیں — اکرام کے ماتحت اسے وہاں سے لے گئے۔ سب لوگ سکتے کی حالت میں تھے، پھر انسپکٹر جمشید بولے:

"اب ہم بھی چلتے ہیں — ہمارا کام بھی یہاں اب کیا رہ گیا ہے۔"

کوئی کچھ نہ بولا —

وہ باہر نکل آئے:

"نہ جانے کیا بات ہے — دلوں پر بوجھ سا محسوس ہو رہا ہے۔"

"ہاں! میں بھی محسوس کر رہا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اُمید نہیں تھی کہ یہ کیس اس کروٹ پر ختم ہو گا۔"

"سیٹھ لیاقت اگر جوا کھیلتے رہے ہیں — تو وہ اپنے حصّے میں سے لے کر کھیلتے رہتے — انھیں کون روکنے والا یا منع کرنے والا تھا — آخر وہ ایک فیکٹری کے مالک تھے۔" فرزانہ نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"اس صورت میں ان کے پلّے کیا رہ جاتا — اپنے حصّے کی ساری دولت تو وہ جوے میں اڑاتے رہتے — لہٰذا انھوں نے یہ طریقہ سوچا۔"

"لیکن انھیں جالی کے ذریعے شرافت کو ہلاک کروانے کی سازش تو نہیں کرنی چاہیے تھی — چھوٹا بھائی تو ان سے کچھ بھی نہیں مانگ رہا تھا۔"

"انھیں خوف تھا کہ ایک دن ان کا چھوٹا بھائی ان کی چوری پکڑ لے گا اور پھر کام خراب ہو جائے گا — لہٰذا انھوں نے سوچا — کیوں نہ اس خطرے سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لی جائے۔"

"اور وہ میر شیرازی — ہم تو اس پر شک کر رہے تھے۔" اکرام بولا۔

"ہاں! حالات نے ان پر شک کرنے پر مجبور کر دیا تھا، اس میں ہمارا کیا قصور تھا۔"

"اب دلوں پر بوجھ محسوس ہو یا کچھ ہو — ہم کر بھی کیا سکتے ہیں — اگر وہ جالی کو ہلاک نہ کرتے تو اور بات تھی۔"

"جالی کو ہلاک نہ کرتے تو ہم اس سے ساری بات اگلوا لیتے — اور اس صورت میں بھی گرفتار کر لیے جاتے۔"

"ختم کریں — اب کیس ختم ہو گیا — جو جیسا کرے گا، ویسا بھرے گا۔"

"ختم کیسے کریں — مجھے سیٹھ لیاقت کی بیوی کا خیال آ

رہا ہے۔"

"تو پھر — اب آپ کیا کر سکتے ہیں؟"

"میں ان سے ملنا چاہتا ہوں — آج کے دن آخری کام یہ بھی سہی۔"

"اب تک ان کی گرفتاری کی خبر ان کے گھر پہنچ چکی ہو گی۔"

"ہاں! اور انھیں ہم پر بہت غصہ ہو گا۔"

"اس طرح ہم اپنی پوزیشن بھی تو صاف کر سکیں گے۔"

اور انھوں نے اپنی گاڑی کا رُخ سیٹھ لیاقت کے گھر کی طرف موڑ دیا — بیگم لیاقت ان سے بہت اداس انداز میں ملیں — اور فوراً بولیں:

"کیا میرے شوہر نے یہ بیان دیا ہے کہ وہ جوا کھیلتے رہے ہیں؟"

"جی ہاں!" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اور یہ کہ جالی کو انھوں نے ہلاک کیا ہے۔"

"ہاں! یہی بیان دیا ہے انھوں نے۔"

"انھوں نے بالکل جھوٹ بیان دیا ہے۔"

"جی کیا مطلب؟"

"انھیں تو جوا کھیلنا آتا ہی نہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ بُری طرح اُچھلے۔

"جی ہاں! وہ جوا کھیلنا جانتے ہی نہیں تو انھوں نے کروڑوں روپے کس طرح ہار دیے — نہ تو وہ تاش کا کوئی کھیل جانتے ہیں — نہ کوئی اور جوا۔"

"یہ تو آپ نے عجیب بات بتا دی — آپ کو یہ بات کس طرح معلوم ہے؟"

"ایک دن میں بور ہو رہی تھی — اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کے گھر میں میں کبھی کبھی تاش کھیل لیا کرتی تھی — میں نے ان سے کہا — آئیے تاش کھیلتے ہیں — انھوں نے ہنس کر کہا کہ انھیں تاش کا کوئی کھیل نہیں آتا — میں نے کہا کہ وہ مذاق کر رہے ہیں — لیکن پھر انھوں نے سنجیدہ لہجے میں کہا کہ انھیں جھوٹ بولنے کی بالکل عادت نہیں — وہ تو کسی شدید ضرورت کے وقت بھی جھوٹ نہیں بولتے تو مذاق میں کیا بولیں گے — اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ انھیں تو واقعی تاش کھیلنا نہیں آتا، پھر باتوں باتوں میں میں نے دوسری گیموں کے بارے میں پوچھا — تو وہ کہنے لگے کہ ان کے والد ایک کاروباری آدمی تھے — ان کی صحبت میں رہ کر وہ صرف کاروباری سوچ لے کر بڑھے ہیں — اس قسم کی فضول باتوں کے لیے

ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔"

"لیکن آپ نے یہ باتیں ان کی گرفتاری کی خبر سنتے ہی ہمیں کیوں نہیں بتائیں؟"

"جونہی مجھے اطلاع ملی — میں نے آپ کے دفتر فون کیا — آپ ابھی وہاں نہیں پہنچے تھے — پھر گھر فون کیا آپ وہاں بھی نہیں پہنچے تھے۔"

"آپ ان سے موبائل فون کا نمبر پوچھ لیتیں اور ہم سے رابطہ کر لیتیں۔"

"اس بات کا خیال مجھے نہیں آیا۔"

"آؤ بھئی چلیں — پہلے اس بات کی تصدیق کر لیں کہ انھیں جوا کھیلنا آتا بھی ہے یا نہیں۔"

"آپ اس بات کی تصدیق کریں گے — گویا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"یہ بات نہیں — عدالت میں ہر بات کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے — صرف آپ کا بیان وہاں قابلِ قبول نہیں ہو گا — کیونکہ ایک بیوی تو اپنے خاوند کو بچانے کے لیے جھوٹ بول سکتی ہے نا۔"

"نہیں نہیں — میں جھوٹ نہیں بول رہی۔" اس نے گھبرا کر کہا —

"آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں — نہ پریشان ہونے کی ضرورت ہے — ہمارا اپنا طریقہ ہے اور ہم اس طریقے سے ہی کام کریں گے۔"

اور پھر وہ حوالات پہنچے — انھیں دیکھ کر سیٹھ یاقوت کی پیشانی پر بل پڑ گئے —

"خیر تو ہے — کیا کچھ رہ گیا ہے؟" وہ بولے۔

"ہاں! یہ چند باتیں — آپ جوا کہاں کھیلا کرتے تھے؟"

"اس سوال کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟" انھوں نے منہ بنایا۔

"عدالت میں پیش آ سکتی ہے — ہم اپنا کیس مکمل کر کے ہی معاملہ عدالت میں لے جانے کے عادی ہیں۔"

"ایک خفیہ جگہ بنائی ہوئی تھی۔" انھوں نے کہا۔

"اس خفیہ جگہ کا پتا بتا دیں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"بس ضرورت ہے — آپ پتا بتائیں۔"

"ساحلِ سمندر پر — ایک ہٹ ہے — اس کا نمبر ۹۰۱ ہے — وہ میں نے خرید رکھا ہے — میں اور میرے دوست وہاں جمع ہوتے تھے اور کھیلتے تھے۔"

"شکریہ! آپ ان دوستوں کے نام بھی بتا دیں۔"

"ہرگز نہیں — میں اپنے دوستوں کو نہیں پھنسواؤں گا۔"

"دیکھیے — ہم سختی کر کے بھی آپ سے ان کے نام اگلوا سکتے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ دھک سے رہ گئے۔

"ہاں! اب آپ سیٹھ یاقوت نہیں — ایک ملزم ہیں — بلکہ اپنے بیان کی روشنی میں مجرم ہیں۔"

"ہوں خیر — لکھ لیجیے ان کے نام۔"

اس نے چند نام اور پتے لکھوا دیے —

"اب یہ بتائیں — آپ جوا کس چیز سے کھیلتے تھے — تاش سے یا کسی اور چیز سے؟"

"جی ہاں! تاش سے۔"

"اور تاش کا کون سا کھیل آپ کھیلتے تھے؟"

"کون سا کھیل — اس سے آپ کی کیا غرض؟"

"غرض ہے — میں نے کہا نا — ہم اپنا کیس پوری طرح مکمل کر کے عدالت میں جانے کے عادی ہیں۔"

"میں نہیں سمجھتا کہ اس کی کوئی ضرورت ہے — جب میں ہر بات کا اقرار کر رہا ہوں۔"

"جی نہیں — اس سے کام نہیں چلے گا — آپ کو کھیل کا نام بتانا ہو گا۔"

"آپ نے تو مجھے مصیبت میں ڈال دیا ہے۔" سیٹھ لیاقت نے جھلا کر کہا۔

"کیوں جناب! اس میں مصیبت میں ڈالنے والی کون سی بات ہے؟"

"ہے۔" اس نے پُر زور لہجے میں کہا۔

"آپ کو بتانا ہوگا۔"

"میں نہیں بتا سکتا۔"

"اچھا یہ دیکھیے — یہ تاش کی گڈی ہے — اس میں سے حکم کا غلام نکال کر دکھائیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ زور سے اُچھلا۔

"کیوں کیا ہوا — کیا آپ تاش کی گڈی میں سے حکم کا غلام بھی نہیں نکال کر دکھا سکتے؟"

"نن — نہیں۔" وہ ہکلایا۔

"لیکن کیوں نہیں دکھا سکتے — آپ تو ساحلِ سمندر پر اپنے دوستوں کے ساتھ تاش سے جوا کھیلتے رہے ہیں — اور کروڑوں روپے ہارے ہیں آپ نے۔"

سیٹھ لیاقت کا سر جھک گیا — اس کے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکل سکا —

"اس کا مطلب ہے — آپ کا بیان بالکل غلط ہے۔"

"میں — میں سمجھ نہیں پا رہا — کہ کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔"

"آپ تو جھوٹ بولنے کے عادی نہیں — آپ نے یہ اتنا بڑا جھوٹ کس طرح بول دیا؟"

"میں — میں آپ کو کچھ نہیں بتا سکتا — اب جو کچھ کہنا ہے — عدالت میں کہوں گا۔"

"بس کر چکے آپ عدالت میں — عدالت میں اس قسم کے جھوٹ پَر لگا کر اُڑ جاتے ہیں — وہاں وکیل حضرات ایک ایک بات پر بال کی کھال اتارتے ہیں — بس جناب! اب آپ صرف اور صرف سچ بولیں۔"

"سچ یہی ہے کہ مجھے تاش کھیلنا نہیں آتا۔"

"کیا!!!"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا —

کایا پلٹ

"حوالدار— حوالات کا دروازہ کھول دو۔"

"یہ — یہ آپ کیا کہ رہے ہیں — خدا کے لیے مجھے حوالات میں رہنے دیں — مجھے سزا ہو جانے دیں۔آپ عدالت میں یہ سوال نہ اٹھائیں کہ مجھے تاش کھیلنا آتا ہے یا نہیں۔"

"لیکن کیوں — آپ پر ایسی کیا مصیبت آپڑی ہے کہ زبردستی خود کو مجرم ثابت کرنے پر تُل گئے ہیں۔"

"میں اور کیا کروں — اپنے بھائی کو جیل جانے سے میں صرف اسی طرح بچا سکتا ہوں۔"

"اس بھائی کو۔جس نے آپ کے جیل جانے کو خوشی سے قبول کر لیا — جس نے اپنے تمام الزامات آپ پر فٹ کر دیے۔اُسے آپ کو جیل بھجواتے وقت ذرا خیال نہ آیا۔ایک طرف اتنی سنگدلی اور دوسری طرف

اس قدر بلند درجے کی رحم دلی۔"

"م — میں کیا کروں — آخر وہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔"

"چھوٹے بھائی نے کردار انتہا درجے کے دشمنوں جیسا کیا ہے — یہ وہی تھا — جس نے فیکٹری میں غبن کیا، پھر اس خوف سے کہ آپ کو پتا چلے گا تو آپ اسے فیکٹری سے الگ نہ کر دیں، اس نے جالی سے ملاقات کی — ایک ہوٹل کے کمرے میں — بلکہ نہیں — ہم یہ باتیں اب اس کی موجودگی میں کریں گے — اکرام — جاؤ — اور اس ناہنجار کو گرفتار کر لاؤ۔"

"ن — نہیں — نہیں — آپ میری قربانی کو ضائع نہ کریں۔" سیٹھ لیاقت نے کہا۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — ہم ایک بے گناہ کو کس طرح جیل میں رکھ سکتے ہیں۔"

"میں نے سُنا ہے — جیل میں پچاس فی صد لوگ بالکل بے گناہ ہوتے ہیں۔"

"جن کی وجہ سے بے گناہ لوگ جیلوں میں جاتے ہیں — وہ خود بھگتیں گے — ہم سے تو ایسا کام نہیں ہوگا۔" وہ بولے۔

اکرام جلد ہی شرافت کو لے آیا، اس کا رنگ اڑا

ہوا تھا۔

"انسپکٹر صاحب آپ نے مجھے یہاں کیوں بلایا ہے؟"

"تاکہ تمہیں بتاؤں کہ تمہارا بھائی کیا ہے۔"

"میں اس گرے ہوئے شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں اور مزید نہیں جاننا چاہتا۔"

"لیکن سُن لینے میں کیا حرج ہے۔"

"کوئی ضرورت نہیں — میرے پاس ایسی فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔"

"کچھ وقت تو نکالنا ہوگا مسٹر لیاقت۔"

"اچھا بتائیے — کیا بات ہے؟"

"میں کیا بتاؤں — تم بتاؤ گے۔"

"آپ مجھے تم — تم کہہ کر مخاطب کر رہے ہیں — پہلے تو ایسا نہیں تھا۔"

"وقت وقت کی بات ہے۔"

"آخر بات کیا ہے؟"

"بات بہت خوف ناک ہے — اور وہ یہ ہے کہ سیٹھ لیاقت کو جوا کھیلنا نہیں آتا — تاش کا کوئی کھیل انھیں نہیں آتا — اس کے باوجود یہ یہ کہہ رہے ہیں کہ یہ جوا کھیلتے رہے ہیں — اور انھوں نے جالی کو ہلاک بھی

کیا ہے — آخر ایسا کیوں ہے — کیا آپ اس پر روشنی ڈال سکتے ہیں؟"

"جی کیا مطلب — میرے بھائی کو جوا کھیلنا آتا ہی نہیں — یہ عجیب مذاق ہے — آج کی دُنیا میں کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے — جسے تاش کا کھیل نہ آتا ہو۔"

"کوئی کیا — کروڑوں ایسے ہیں — ہمارے پروفیسر انکل ہیں — انھیں نہیں آتا۔"

"کیا آپ مذاق کے موڈ میں ہیں؟" شرافت نے جل کر کہا۔

"ہرگز نہیں — آپ اپنے بھائی سے پوچھ لیں۔"

"کیوں بھائی جان — آپ کو جوا کھیلنا نہیں آتا؟"

"آتا ہے — کیوں نہیں آتا؟"

"یہ تو کہہ رہے ہیں — آتا ہے۔"

"تو پھر یہ تاش کے پیکٹ میں سے حکم کی بیگم نکال کر دکھائیں۔"

"نکال کر دکھا دیں نا بھائی جان۔"

"کک — کیسے نکال کر دکھا دوں — مجھے نہیں معلوم — حکم کی بیگم کیسی ہوتی ہے۔"

"کیا!!!" وہ زور سے چلّایا۔

"ہاں مسٹر شرافت — آپ اب صحیح انداز میں چلّائے

ہیں — یہ ہے چلانے کا صحیح طریقہ۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"مسٹر شرافت — ایک طرف تمھارے بھائی ہیں — ایک طرف تم ہو — ذرا اپنا کردار دیکھو اور اپنے بھائی کا دیکھو، کیا سب کچھ تم نے — اور قبول کیا سب کچھ انھوں نے — کس لیے — صرف اور صرف اس لیے کہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ تم جیل جاؤ — اور یہ بے چارے مفت میں جیل جاتے — اگر اتفاق سے ان کی بیگم نہ بتا دیتیں کہ انھیں تو جوا کھیلنا آتا ہی نہیں۔"

"اُف مالک۔"

"ہاں تو اس عظیم ترین بھائی نے تمھاری خاطر جیل جانا منظور کر لیا — اور تم ٹس سے مس نہ ہوئے — ایک لمحے کے لیے تمھارے دل میں ان کے لیے کوئی ہمدردانہ خیال نہ آیا — تم نے غبن کیا اور پھر اس خوف سے کہ آخر کار غبن کے بارے میں بھائی کو تو پتا چل ہی جائے گا — لہٰذا تم نے ایک ہوٹل میں جالی سے ملاقات کی — اس کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ سیٹھ لیاقت کو گولی کا نشانہ بنا دے — اسے ان کی گھر آمد کا وقت بتایا — ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ پستول میں صرف ایک

گولی بھرے — یہ اس لیے کہ کہیں دوسری گولی خود تمھیں نہ لگ جائے — کیونکہ عین اس وقت تمھیں دروازہ کھولنا تھا — جب جالی سیٹھ لیاقت پر گولی چلاتا — تم نے سوچا — صرف ایک گولی سے کام چلا لیتے ہیں — دوسری کا خطرہ نہیں مول لینا چاہیے — جالی کے فرار کے لیے کار کا انتظام کر دیا گیا تھا — وہ وہاں سے سیدھا ایر پورٹ جاتا اور برٹائن چلا جاتا — اور تم پوری فیکٹری کے مالک بن جاتے — جھگڑا ختم — پھر اس غبن کے بارے میں تم سے کون پوچھتا — لیکن مسٹر شرافت — یہ تمھاری غلط فہمی تھی — بہت بڑی غلط فہمی۔"

"کیا مطلب — آپ کس غلط فہمی کی طرف اشارہ کر رہے ہیں؟"

"یہ کہ تمھارے بھائی — غبن کو بھانپ کر تم سے کوئی بات کرتے — یہ کبھی بھی بات نہ کرتے — یہ تو اپنے بھائی کے لیے جان تک دے سکتے ہیں — اور تم کیا سمجھتے ہو — انھیں اس غبن کے بارے میں اندازہ نہیں ہو گیا تھا — ان کے اکاؤنٹنٹوں نے انھیں ساری صورتحال بتا دی تھی — آخر کار وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے جس پر ہم پہنچے تھے — لیکن سیٹھ لیاقت نے انھیں کسی کو کچھ

بتانے سے منع کر دیا تھا — تاکہ ان کے بھائی کو کوئی
رنج نہ ہو — ہائے افسوس — ایک طرف سیٹھ لیاقت کا
دل گردہ — اور ایک طرف تمھارا گندا ذہن — تف ہے تم
پر — اب تم ان کی جگہ حوالات میں جاؤ — یہ اپنے گھر
جائیں گے۔"

"نن — نہیں — نہیں۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"میں اس کا قصور معاف کرتا ہوں — آپ بھی اسے
گرفتار نہ کریں۔"

"لیکن ہم جالی کے قتل کو کس طرح معاف کر سکتے
ہیں۔" انھوں نے کہا۔

"اوہ جالی ..." سیٹھ لیاقت زور سے چونکے — اور پھر
وہ حوالات سے نکل کر چلے گئے۔

اب شرافت کو حوالات میں بند کر دیا گیا — وہ گھر
کی طرف روانہ ہوئے — گھر پہنچے ہی تھے کہ فون کی
گھنٹی بجی —

"پہلے بھی دو بار فون آ چکا ہے — کوئی سیٹھ لیاقت
بات کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ اچھا — آپ نے انھیں میرا دوسرا نمبر بتا دیا
ہوتا۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بھول گئی۔" بیگم جمشید مسکرائیں۔

انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا لیا اور بولے:

"السلام علیکم — جی فرمایئے — انسپکٹر جمشید بات کر
رہا ہوں۔"

"وعلیکم السلام — اور یہ میں ہوں — سیٹھ لیاقت۔"

"فرمایئے — اب کیا معاملہ ہے؟"

"آپ کو ایک خبر سنانا چاہتا ہوں۔"

"ضرور سنایئے — ہم سن رہے ہیں۔" یہ کہہ کر انھوں
نے فون کا بٹن دبا دیا — اب آواز سب سننے لگے — انھوں
نے سنا — سیٹھ لیاقت کہہ رہے تھے:

"آپ میرے بھائی کو حوالات یا جیل میں نہیں
رکھ سکیں گے انسپکٹر جمشید صاحب — میں نے اس
کا انتظام کر لیا ہے — میں جالی کے باپ، ماں
اور بیوی سے مل کر آ رہا ہوں — انھوں نے جالی
کا خون معاف کرنے کے لیے مجھ سے چار کروڑ
روپے مانگے ہیں اور میں نے دینے منظور کر
لیے ہیں — لہٰذا آپ اسے عدالت سے سزا
نہیں دلوا سکیں گے — ہاں — ہرگز نہیں دلوا
سکیں گے۔"

اِن الفاظ کے ساتھ ہی سیٹھ لیاقت نے ریسیور رکھ دیا۔

اور وہ ایک دُوسرے کو اس طرح دیکھنے لگے جیسے انھوں نے اس دُنیا کے کسی انسان کے نہیں۔ کسی دُوسری دُنیا کی مخلوق کے کچھ الفاظ سُنے ہوں۔